امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

# ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 61/71 | مورخہ ۲۷؍محرم الحرام ۱۴۴۳ھ مطابق ۶؍ستمبر ۲۰۲۱ء روز سوموار | شمارہ نمبر 35

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل، یادوں کے چراغ
■ کتابوں کی دنیا، حکایات اہل دل
■ فکر اور سوچ کی دو راہیں
■ جو لکھا پڑھا تھا نیاز نے، سچ چھاپا تو پڑے گا چھاپا
■ والدین کے طرز عمل کا بچوں پر اثر
■ مشرقی تنقید کا بنیادی نظریہ
■ اخبار جہاں، ملی سرگرمیاں ہفتہ رفتہ

بین السطور

# امارت شرعیہ کی فکری وانتظامی انفرادیت

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

امارت شرعیہ، بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کا قیام ۱۹؍شوال ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۶؍جون ۱۹۲۱ء کو امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد کی صدارت میں عمل میں آیا تھا، اس کے دستور کی دفعہ نمبر ۱؍میں واضح طور پر لکھا ہے کہ ''یہ اسلام کے اجتماعی نظام اور مسلمانوں کی جماعتی زندگی کی تشکیل ہے اور شریعت کا ایسا مطلوب ومقصود ہے، جس کے بغیر اسلامی زندگی کا تحقق نہیں ہوسکتا''، حضرت عمر بن الخطاب کا مشہور قول ہے کہ اسلام بغیر جماعت، جماعت بغیر امارت اور امارت بغیر سمع وطاعت کے نہیں ہے، لا اسلام الا بجماعة ولا جماعة الا بامارة ولا امارة الا بطاعة (جامع بن عبد البر ۶۱)

تنظیمیں اس کے قبل بھی تھیں اور بعد میں بھی بہت بنیں، لیکن امارت شرعیہ کی فکری انفرادیت یہ ہے کہ اس نے منہاج نبوت پر نظام شرعی کے قیام کو اپنا مقصد اولیں قرار دیا۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اقامت دین کا جو طریقہ اپنایا اس میں فرد کی اصلاح کو اولیت حاصل ہے، افراد کی زندگی جب صالح قدروں اور ایمانی تقاضوں کے ساتھ پروان چڑھے گی تو اس سے صالح معاشرہ وجود میں آئے گا، اور صالح معاشرہ کے ذریعہ حکومت الٰہیہ کے قیام کی راہ ہموار ہوگی، اس سلسلے میں مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ کا رسالہ حکومت الٰہیہ کا مطالعہ مفید ہے، امارت شرعیہ کے طریقۂ کار میں اس بات کو بنیادی حیثیت حاصل ہے کہ ایمانی بنیادوں پر گاؤں گاؤں میں تنظیم امارت سے لوگوں کو جوڑا جائے، جب اس کی تنظیم قائم ہو جائے تو شہروں میں صدر اور سکریٹری اور گاؤں میں نقیب اور نائب نقیب کا انتخاب کیا جائے، اور وہ امیر شریعت کے نمائندہ کی حیثیت سے گاؤں اور علاقوں میں دینی بیداری لانے کا کام کریں، پھر جو لوگ بھی تنظیم سے جڑ گئے ہیں وہ قومی محصول کے نام پر بیت المال کے استحکام کے لئے ایک چھوٹی رقم بھی پیش کریں جو آج کل صرف بیس روپے ہے، یہ تنظیمی ڈھانچہ مرکز سے گاؤں تک نبوی طریقۂ کار کے مطابق اصلاح کی کوشش کرتا ہے، امارت شرعیہ کی یہ تنظیمی انفرادیت ہے جو کسی دوسری تنظیم میں نہیں ہے۔

امارت شرعیہ کی دوسری بڑی انفرادیت یہ ہے کہ اس نے امت مسلمہ کو کلمہ کی بنیاد پر جوڑنے کا کام کیا۔ وہ ذات برادری، مسلک ومشرب اور لسانی عصبیت اور علاقائیت سے اوپر اٹھ کر کام کرتی ہے، اس کی سوچ اس معاملہ میں بہت واضح ہے۔ اس کے نزدیک اتحاد کی بنیاد کلمہ طیبہ ہے اور یہ وہ بنیاد ہے جس کی کوئی علاقائی سرحد نہیں ہے۔ امارت شرعیہ نے اسے عملی طور پر برتا اور ہر موقع سے خواہ وہ ریلیف کا کام ہو یا باز آبادکاری کا کوئی تفریق نہیں کی، بلکہ ریلیف اور خدمت خلق کے کاموں میں ایمانی بنیادوں سے اوپر اٹھ کر اس نے انسانی بنیادوں پر کام کیا، امارت شرعیہ کے سارے اسپتال بھی اسی اصول پر کام کر رہے ہیں۔ بعد کے دنوں میں کلمہ کی بنیاد پر اتحاد ملت کی دعوت لے کر بہت سی تنظیمیں اٹھیں اور امارت شرعیہ کے اس کام کو پورے ہندوستان میں آگے بڑھانے کا کام کیا۔

امارت شرعیہ کی ایک انفرادیت یہ بھی ہے کہ اس کے تمام شعبہ جات ملکی قوانین کی رعایت کے ساتھ ایک رفاہی ادارہ کا تصور پیش کرتے ہیں اور مختلف شعبوں کے ذریعہ امارت شرعیہ حکومت کے کاموں میں تعاون کرتی ہے، مسلم معاشرہ کو اعلیٰ اخلاقی اقدار سے مزین کرنے، تعلیم کو رواج دینے اور اس کے لیے مکتب اسکول وغیرہ کا قیام، مصیبت کے وقت ضرورت مندوں کی مدد، علاج ومعالجہ اور غریب بچیوں کی شادی میں تعاون یہ ایسے کام ہیں جو سیدھے سیدھے مملکت کے کرنے کے ہیں، امارت شرعیہ کے ذریعہ ان کاموں میں تعاون کی وجہ سے حکومت کا بوجھ ہلکا ہوتا ہے، اور لوگوں کی پریشانیاں دور ہوتی ہیں۔

امارت شرعیہ کی سب سے بڑی انفرادیت دار القضاء کا قیام ہے، آج اس کی سرسٹھ شاخیں عائلی اور خاندانی جھگڑوں کو نمٹانے کے لیے کام کر رہی ہیں اور ایک بڑی تعداد معاملات کی یہاں سے حل ہوا کرتی ہے، ظاہر ہے امارت شرعیہ اگر یہ کام نہ کرے تو سرکاری عدالتوں پر مقدمات کا بوجھ بڑھے گا، امارت شرعیہ کا یہ شعبہ مقامی اور آپسی جھگڑوں کو ثالثی کی بنیاد پر نمٹا کر بڑا کام کر رہا ہے، عدالت اس کی اہمیت کو سمجھ رہی ہے، اس لیے اس نے اپنے ایک فیصلے میں دار القضاء کے نظام کو متوازی عدالت ماننے سے انکار کر دیا ہے، دار القضاء کے نظام کو ان دنوں دوسرے اداروں کی طرف سے بھی وسعت دی جا رہی ہے، لیکن مغلیہ سلطنت کے زوال کے بعد قضاء اسلامی کے نظام کو جس طرح امارت شرعیہ نے پھیلایا اور نافذ کیا یہ اس کی انفرادیت ہے، دوسرے اداروں کے ذریعہ جو اس محاذ پر کام ہو رہا ہے اس میں بھی امارت شرعیہ کی مدد حسب ضرورت شامل رہتی ہے، امارت شرعیہ کے اس کام میں انفرادیت کا احساس واقرار ساری تنظیموں کے ذمہ دار؛ بلکہ دوست دشمن ملک وبیرون ملک سب کو ہے۔

امارت شرعیہ نے مختلف مذہبی فرقوں اور ان کے پیشواؤں کے احترام کو ہر دور میں ملحوظ رکھا، اس کی خواہش رہتی ہے کہ مقام ومرتبہ کے اعتبار سے ان کا اکرام کیا جائے اور اسلام کے اصول کے مطابق نہ تو خود کسی کو ضرر پہونچائیں اور نہ ہی دوسرے اسے ضرر پہونچائیں۔

امارت شرعیہ کا انتظامی ڈھانچہ بھی دوسری تنظیموں سے الگ اور منفرد ہے، یہاں انتظام وانصرام پر مشورے دینے اور کام پر نگاہ رکھنے کے لیے چار کمیٹیاں ہیں، ٹرسٹ، مجلس عاملہ، مجلس شوریٰ اور ارباب حل وعقد، یہاں کسی بھی کمیٹی کے مشورے اور فیصلے کے نفاذ کے لئے امیر شریعت کی رضامندی اور منظوری ضروری ہے، یہ کمیٹیاں ہیئت حاکمہ نہیں ہیں، یہ مقام صرف یہاں کے امیر شریعت کو دستوری طور پر حاصل ہے۔ البتہ مجلس شوریٰ کو موجودہ دستور میں ترمیم واضافہ کا حق ہے، بشرطیکہ کہ تمام ارکان شوریٰ یا دو تہائی اکثریت کسی اضافے یا ترمیم پر متفق ہوں۔ یہاں مجلس شوریٰ کل مختار نہیں ہے، وہ صرف مشورے دے سکتی ہے، کرنا کیا ہے؟ اس کا فیصلہ امیر شریعت کو لینا ہے، اور جب کوئی فیصلہ امیر شریعت کر دیں تو اس کا ماننا ہر ایک کے لیے ضروری ہے، دوسری تنظیموں میں چار چار کمیٹیاں نہیں ہیں، اور فیصلے شوریٰ کی مرضی سے ہوتے ہیں اور ان کا دخل اس حد تک ہوتا ہے کہ مجلس شوریٰ ہی کل مختار ہو جاتی ہے، اسکی وجہ سے جو فساد وبگاڑ مختلف اداروں میں پیدا ہوا ہے وہ تاریخ کا حصہ ہے، یہاں کا طریقہ کار یہ ہے کہ امیر شریعت مشوروں کو سنیں گے اور کثرت آرا سے نہیں، قوت دلیل کی بنیاد پر فیصلہ کریں گے، جو دستور امارت شرعیہ، دستور العمل اور ٹرسٹ میں مذکور اصول وضوابط کے خلاف نہیں ہوگا، پھر چونکہ یہ تنفیذ شریعت کا ادارہ ہے؛ اس لیے فیصلے میں شرعی اصول وضوابط کی پابندی کی وجہ سے امیر شریعت کے لئے آمر بن جانے کا امکان یہاں کم رہتا ہے۔ جب کہ دوسرے اداروں میں ایسا نہیں ہے۔

جب امیر نے کوئی فیصلہ کر دیا تو سمعنا واطعنا، اس ادارہ کا خاص امتیاز ہے، اپنی بات سلیقہ سے امیر شریعت کے سامنے رکھی جا سکتی ہے، جس کی بنیاد پر وہ فیصلے تبدیل بھی کر سکتے ہیں، چوں کہ دستور کے اعتبار سے امیر شریعت کا ''عالم باعمل ہونا یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معانی اور حقائق کا معتد بہ علم رکھنا، اغراض ومصالح شریعتِ اسلامیہ وفقہ اسلامی وغیرہ سے واقف ہونا'' ضروری ہے، دار العلوم دیوبند کے دار الافتاء نے ایک سوال کے جواب میں ''عالم'' کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''علوم دینیہ کے مخصوص نصاب کو ثقہ اساتذہ سے پڑھ کر فارغ ہونے والے شخص کو عرفاً عالم کہا جاتا ہے (جواب نمبر: ۱۶۸۵۷۲) ایسے شخص کی مسائل پر گہری نظر ہوتی ہے، اس لیے وہ ہر فیصلے میں شریعت کے اصول وضوابط اور جزئیات کو ملحوظ رکھتا ہے، اور شریعت کا کوئی فیصلہ آجائے تو مجال سرتابی کی گنجائش ختم ہو جاتی ہے، امیر شریعت انہیں اوصاف وکمالات کی وجہ سے دار القضاء کے کسی بھی فیصلے کے خلاف استغاثہ اور مرافعہ کا قاضی ہوتا ہے، اور اسے حق پہونچتا ہے کہ وہ استغاثہ کی سماعت کے بعد قاضی کے فیصلے کو باقی رکھے یا رد کر دے۔

اسی طرح امارت شرعیہ کے دو شعبے دار الافتاء اور دار القضاء انتظامی امور کو چھوڑ کر بلا واسطہ امیر شریعت کے ماتحت ہوتے ہیں، تاکہ شرعی حکم بیان کرنے اور فیصلہ کرنے میں یہ شعبے کسی شخص کے دباؤ یا انتظامیہ کے اثرات سے پورے طور پر محفوظ رہیں۔ انہیں خصوصیات کی وجہ سے مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے مختلف موقعوں سے اپنے بیانات میں بار بار اس بات کو دہرایا اور ''امارت شرعیہ دینی جد وجہد کا روشن باب'' کے مقدمہ میں لکھا کہ

''مجھے ہندوستان کے کسی صوبے پر رشک آتا ہے تو بہار پر اور اگر بہار پر رشک آتا ہے تو امارت شرعیہ کی وجہ سے کہ وہاں کے مسلمان اس کی بدولت ایک ایسی زندگی گذار رہے ہیں جو معتبر اسلامی زندگی سے قریب تر اور جاہلی وغیر اسلامی زندگی سے بعید تر ہے۔''

## اچھی باتیں

''کڑوی زبان والے کا شہد بھی نہیں بکتا، میٹھی زبان والے کا زہر بھی بک جاتا ہے ☆ ہمیشہ سچے لوگوں سے دوستی رکھو، کیوں کہ وہ اچھے دنوں میں سرمایہ اور بُرے دنوں میں محافظ ہوتے ہیں ☆ تم پانی جیسے بنو، جو اپنا راستہ خود بنا لیتا ہے، پتھر جیسے مت بنو جو دوسروں کا راستہ بھی روک لیتا ہے ☆ تم اپنے کردار کو اتنا بلند کرو کہ دوسرے لوگ دیکھ کر کہیں اگر امت ایسی ہے تو نبی کیسے ہوں گے ☆ منزل پر پہونچنے کے لیے مسلسل درست سمت چلتے رہیے، انشاء اللہ دیر سویر پہونچ جائیں گے۔'' (حاصل مطالعہ)

## بلا تبصرہ

''سوشل میڈیا ایک ایسا ذریعہ بن گیا ہے، جس سے ہم کبھی بھی اور کہیں بھی کسی کے بارے میں جان سکتے ہیں، اس وجہ سے ہم دھیرے دھیرے اپنی رازداری کھوتے جا رہے ہیں، ہم خود جانے ان جانے اپنی مشغولیات کی جانکاری ایک ایسی بھیڑ کے پاس پہونچا دے رہے ہیں، جنہیں ہم جانتے تک نہیں ہیں، اور یہی اس کا سب سے خطرناک پہلو ہے، اس کی قیمت کئی بار کسی کو اپنی جمع پونجی اور عزت گنوا کر یا جان دے کر چکانی پڑتی ہے۔''

Scanned with CamScanner

# اللہ کی باتیں ــــــ رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

## غصہ نہ کرو

"آخرت میں کامیاب زندگی حاصل کرنے والے وہ لوگ ہیں جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں اور جب ان کو غصہ آجاتا ہے تو درگذر سے کام لیتے ہیں" (آل عمران:۳۷)

**مطلب:۔** اس آیت میں اللہ رب العزت نے اخروی زندگی میں کامیاب ہونے والے چند ایسے مخلص بندوں کی اخلاقی صفات بیان کی ہیں، جنہوں نے دنیاوی زندگی میں بے حیائی و بے شرمی کے کاموں سے اپنے آپ کو بچائے رکھا، زبان و بیان پر قدرت کے باوجود جذبات کو قابو میں رکھا وہ اخروی زندگی میں کامیاب و بامراد ہوں گے، بسا اوقات انسان حالت غضب میں بے قابو ہو جاتا ہے، آپے سے باہر ہو جاتا ہے ایسے وقت میں بھی اپنے کو قابو میں رکھا اور عفو و درگذر سے کام لیا، یہی لوگ جنت کے بالاخانوں میں ہوں گے، کیونکہ غیظ و غضب دل کی ایک چنگاری ہے، اس وقت انسان کا چہرہ لال ہو جاتا ہے اور اس کی رگیں پھول جاتی ہیں، اگر اس وقت انسان کا احساس بیدار ہو جائے اور معاف کر دے تو وہ سب سے بڑا پہلوان ہے ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ پہلوان وہ نہیں ہے جو دوسروں کو پچھاڑ دے، بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے کو قابو میں رکھے، ایک مشہور روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کوئی نصیحت فرمایئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ غصہ نہ کیا کرو، اس شخص نے اس نصیحت کو معمولی سمجھا، چنانچہ اس نے دوبارہ، سہ بارہ درخواست کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دفعہ یہی فرمایا کہ غصہ نہ کیا کرو، مسند احمد میں ان صاحب کا بیان ہے کہ پھر میں نے دل میں غور کیا تو معلوم ہوا کہ غصہ حقیقت میں ساری برائیوں کی جڑ ہے، یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انسان کا سکون کی حالت میں معاف کر دینا آسان ہوتا ہے، لیکن غصہ کی حالت میں جبکہ وہ قابو سے باہر ہو جاتا ہے معاف کر دینا آسان نہیں ہوتا ہے، لیکن ایک مسلمان کی خصوصیت یہ ہونی چاہئے کہ وہ اس وقت بھی اپنے کو قابو میں رکھے اور معاف کر دے بالخصوص جو صاحب اقتدار ہیں اور اپنے غصہ کو نافذ کرنے کی قدرت بھی رکھتے ہیں، ان کا صبر و تحمل سے کام لینا اور غصہ کو پی جانا بڑے حوصلہ اور مردانگی کا کام ہے، اس لئے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کا اعزاز و اکرام فرمائیں گے اور سب کے سامنے اس کو انعام سے نوازیں گے جیسا کہ ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ جس شخص نے غصہ کو نافذ کرنے کی قدرت رکھنے کے باوجود غصہ کو پی لیا، اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن ان تمام لوگوں کے سامنے بلا کر اختیار دیں گے کہ ان میں سے جو حور کو چاہو چھانٹ لو (ترمذی شریف) غصہ ایک فطری عمل ہے، اگر کسی شخص کو غصہ آہی جائے تو اس کو چاہئے کہ وہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھے کہ خداوندا میں شیطان سے بھاگ کر تیری پناہ چاہتا ہوں اگر اس عمل کے بعد بھی غصہ کم نہیں ہو رہا ہے اور وہ کھڑا ہے تو بیٹھ جائے، بیٹھا ہے تو لیٹ جائے اور آخر میں وضو کر لے تاکہ پانی کی ٹھنڈک سے مزاج کی حرارت ختم ہو جائے، اس طریقہ عمل سے انشاء اللہ غصہ کم ہوگا، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو حلم و بردباری اور تحمل و برداشت کی زندگی گذارنے کی توفیق بخشے۔

## کوئی عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی ایسی عورت کے لئے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو، یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی محرم کے بغیر ایک دن کا سفر کرے" (مسلم شریف)

**وضاحت:۔** شریعت اسلام نے فواحش و بے حیائی کی روک تھام کے لئے دور دور تک پہرے بٹھائے ہیں، تاکہ انسانی معاشرہ کی ردائے عفت کو داغدار ہونے سے بچایا جاسکے، چنانچہ اسلام نے عورتوں کو گھر کا ملکہ بنایا کہ وہ بچوں کی پرورش و پرداخت اور نگہداشت کریں اور اندرون خانہ امور خانہ داری کو انجام دیں، بلا ضرورت گھر سے باہر نہ نکلیں، ہاں اگر کسی ضرورت سے آبادی سے باہر جانے کی نوبت آجائے تو شرعی پردہ کے ساتھ جائیں اور محرم کے بغیر ہرگز سفر نہ کریں، کیونکہ اسلامی نظام میں مرد و زن کا آزادانہ اختلاط ممنوع ہے، قرآن مجید میں فرمایا گیا: "**وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولى**" عورتیں اپنے گھروں میں سکون سے رہیں اور زمانہ جاہلیت کی عورتوں کی طرح نہ پھرا کریں، حدیث شریف میں یہ بھی فرمایا گیا کہ عورت پردہ ہے جب وہ گھر سے باہر نکلتی ہے تو شیطان تاک جھانک کرتا ہے اس لئے حدیث میں بھی اس کی سخت ممانعت ہے، البتہ بعض ناگزیر حالات میں کسب معاش کی اجازت دی ہے، مثلاً مردوں میں کوئی اس کی کفالت کرنے والا نہ ہو، یا یہ کہ خاتون زنانہ امراض کے علاج کا گہرا تجربہ رکھتی ہوں تو کچھ شرائط کے ساتھ شرعی حدود میں رہتے ہوئے اس کی اجازت دی ہے، گویا کہ اسلام عورتوں کو ہر طرح کا تحفظ فراہم کرتا ہے، اصولی طور پر جو چیزیں جتنی قیمتی ہوتی ہیں، ان کی حفاظت کا اسی قدر اہتمام کیا جاتا ہے، سونے چاندی کو محفوظ لاکر میں رکھا جاتا ہے تاکہ چور اچکوں کی نظروں سے اوجھل رہے، اسلام کی نظر میں عورتیں ایک بیش قیمت مخلوق ہے، اس کو ہر جہت سے عزت و وقار بخشا جائے، جب سے مغربی تہذیب نے اس کو شمع محفل بنایا، اس کی عزت و عصمت تار تار ہونے لگی، آج مغربی دنیا بے راہ روی اور جنسی آوارگی کے دلدل میں پھنسی ہوئی ہے اور وہ اس میں اس قدر پریشان ہے کہ اس کو باہر نکلنے کا راستہ نظر نہیں آرہا ہے، اسلام نے بہت پہلے ان اندیشوں اور راہوں کی جڑ کاٹ دی اور عورتوں کو عزت و احترام کا مقام دیا، ماں کے قدموں تلے جنت بتلایا، بیٹی ہے تو اس کی پرورش کو جنت کی ضمانت قرار دی، اسلام نے عورتوں کے سروں پر عزت کا جو تاج رکھا ہے اس کی ہر حال میں حفاظت کی جائے۔

# دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

## باپ کا اپنی نابالغ اولاد کیلئے تجارت:۔

**س:** حاجی احمد صاحب نے ماسٹر ارشد صاحب کو پانچ لاکھ روپے شرکت میں تجارت کیلئے یہ کہہ کر دیا کہ میں یہ تجارت اپنے چھوٹے نابالغ بیٹے محمد کیلئے کر رہا ہوں، یہ تجارت اور اس سے حاصل ہونے والے منافع محمد کے ہوں گے جس سے وہ اپنی تعلیمی ضروریات و دیگر امور کو انجام دیں گے، کچھ دنوں بعد حاجی احمد صاحب کا انتقال ہوگیا، اب دوسرے لڑکوں کا مطالبہ یہ ہے کہ اس میں وراثت جاری ہوگی اور دوسرے ورثاء کو بھی حصہ ملے گا، شرعاً کیا حکم ہے؟

**ج:** احمد صاحب کا ماسٹر ارشد صاحب کو پانچ لاکھ روپے بغرض تجارت اس مقصد سے دینا کہ یہ تجارت اور اس سے حاصل ہونے والے منافع و میرے نابالغ لڑکے محمد کے ہوں گے، جس کا اظہار انہوں نے ماسٹر ارشد صاحب سے بھی کیا، اگر یہ صحیح ہے تو ایسی صورت میں مذکورہ تجارت اور اس سے حاصل ہونے والے منافع کا حقدار صرف محمد ہوگا، اس کا شمار احمد صاحب کے ترکہ میں نہیں ہوگا اور اس میں وراثت جاری نہیں ہوگی، کیونکہ یہ ہبہ ہے اور نابالغ کیلئے والد کا صرف اتنا کہہ دینا کہ میں نے یہ چیز اپنے نابالغ لڑکے کیلئے لیا صحت ہبہ کیلئے کافی ہے۔

"**وهبة من له ولاية على الطفل في الجملة)**......(تتم بالعقد) **قوله (بالعقد) اى الايجاب فقط وهذا اذا أعلمه او أشهد عليه، والاشهاد للتحرز عن الجحود بعد موته والاعلام لازم لانه بمنزلة القبض بزازيه قال في التاتر خانية: فلو ارسل العبد في حاجة أو كان أبقا في دار الاسلام فوهبه من ابنه صحت، فلولم يرجع العبد حتى مات الاب لايصير ميراثا عن الاب**" (الدر المختار مع رد المحتار: ۸/۴۹۹)

## باپ کا اپنے بیٹے کو دکان ہبہ کرنا:

**س:** ایک شخص نے اپنے بیٹے کو دکان ہبہ کی اور سارا اختیار بیٹے کو دیدیا، اب حساب کتاب، لین دین سارا سب کچھ بیٹا ہی انجام دیتا ہے، البتہ کبھی کبھی باپ بھی آکر بیٹھ جاتا ہے، ایسی صورت میں دکان کا مالک بیٹا ہوگا یا نہیں؟ اگر باپ کا انتقال ہو جائے تو کیا اس میں وراثت جاری ہوگی؟ او اگر باپ دکان کا سارا تصرف و اختیار اپنے ہاتھ میں رکھا ہو اور بیٹے کو صرف بطور معاون و مددگار دکان پر رکھا تو ایسی صورت میں کیا حکم ہوگا؟

**ج:** صورت مسئولہ میں جبکہ باپ نے بیٹے کو دکان ہبہ کر کے حساب کتاب، لین دین اور جملہ تصرفات بیٹے کے ہاتھ میں دے کر قابض و دخیل بنا دیا تو ہبہ تام و مکمل ہوگیا اور بیٹا شرعاً اس دکان کا مالک ہوا، باپ کے انتقال کے بعد اس میں وراثت جاری نہیں ہوگی اور اگر دکان کا سارا تصرف و اختیار باپ نے اپنے ہاتھ میں رکھا اور بیٹا کو دکان میں بطور معاون و مددگار رکھا تو ایسی صورت میں دکان کا مالک بدستور باپ ہوگا، ان کے انتقال کے بعد اس میں وراثت جاری ہوگی۔

"**رجل دفع الى ابنه في صحته مالا يتصرف فيه فيفعل وكثر ذالك فمات الاب ان اعطاه هبة فالكل له وان دفع اليه لأن يعمل فيه للأب فهو ميراث كذا في جوهر الفتاوى**" (الفتاوى الهندية: ۴/۳۹۲)

## بارات کی شرعی حیثیت:۔

**س:** بارات کی شرعی حیثیت کیا ہے، نکاح کا آسان اور مسنون طریقہ کیا ہے؟

**ج:** بارات ایک غیر اسلامی رسم ہے، کتاب و سنت سے اس کا کوئی ثبوت نہیں، صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں اس کا کوئی رواج نہیں تھا، یہ بعد کی پیداوار اور مشرکین عجم کی تقلید ہے، اس غلط رسم کی بنا پر لڑکی والوں کو بڑی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور زیر بار ہونا پڑتا ہے، باراتیوں کے بہت سے ناز نخرے اور بے جا مطالبے پورے کرنے پڑتے ہیں، جو شرعی لحاظ سے کسی طرح روا نہیں، مروجہ بارات کی رسم لڑکی والوں پر ایک ظلم ہے، جس کا سد باب ضروری ہے۔

شادی اگر مقامی ہو تو دونوں فریق کے لوگ مسجد پہونچ کر ایجاب و قبول کریں اور اگر دونوں مقامات کے درمیان فاصلہ ہو تو لڑکے کے ساتھ ایک دو آدمی شامل ہو جائیں اور نکاح کے بعد پہلی فرصت میں رخصتی لے کر لوٹنے کی کوشش کریں، وقت کی کوئی پابندی نہیں ہے، دن اور رات کے جس حصہ میں سہولت ہو جاسکتے ہیں، اگر دن ہی دن میں کام نمٹ جائے تو زیادہ بہتر ہے، جو لوگ جائیں گے ان کو کھانا کھلانا لڑکی والوں پر ضروری نہیں ہے، اخلاقاً اگر ناشتہ اور کبھی کھانا کھلانا چاہیں تو ایسا کر سکتے ہیں۔ (فتاوی امارت شرعیہ: ۴/۱۲۱)

## نیوتہ اور چومانہ کی شرعی حیثیت:۔

**س:** شادی بیاہ میں لڑکی والے بھوج کرتے ہیں اور جن لوگوں کو دعوت دی جاتی ہے وہ چومانہ کی رقم دیتے ہیں جس کو باضابطہ لکھا جاتا ہے اور دینے والے کے یہاں اگر شادی ہو تو اس میں اس رقم کو واپس کی جاتی ہے شرعاً اس رقم کا کیا حکم ہے؟

**ج:** بطور چومانہ (نیوتہ) جو رقم دی جاتی ہے اس کی حیثیت قرض کی ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ رقم لینے والے اس کو باقاعدہ لکھتے ہیں اور اس میں کچھ اضافہ کے ساتھ دوسرے موقع پر واپس بھی کرتے ہیں اور قرض کی واپسی لازم ہے، اگر قرض دینے والے کا انتقال ہو جائے تو قرض کی رقم اس کی متروکہ قرار پاکر اس کے تمام شرعی وارثین کے درمیان حسب سہام شرعی تقسیم ہوتی ہے، مذکورہ صورت میں اگر رقم دینے والے کا انتقال ہوگیا تو اس کی رقم اس کے بڑے لڑکے یا کسی بھی لڑکے کی کسی اولاد کی شادی کے موقع سے تنہا اسی کو دے دی جاتی ہے، جبکہ اس کے حقدار اس کے تمام وارثین ہوتے، اگر وارثین میں نابالغ ہوں تو ان کی اجازت و معافی کا بھی اعتبار نہیں ہے یا اور اس طرح کی دیگر شرعی خرابیوں کی وجہ سے بطور چومانہ (نیوتہ) رقم لینا اور دینا شرعاً جائز نہیں ہے، اس سے احتراز کیا جائے۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار

# نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 61/71 مورخہ ۲۷ر محرم الحرام ۱۴۴۳ھ مطابق ۶ر ستمبر ۲۰۲۱ء روز سوموار

## بربادی کی داستان

جنت نشان کشمیر میں جو حالات پیدا ہوئے یا پیدا کیے گئے، اس نے گذشتہ تیس (۳۰) سالوں میں کشمیر کی اقتصادیات کو غیر معمولی نقصان پہونچایا ہے، مبینہ دہشت گردی کے تیس (۳۰) سال میں، سیاحت اور صنعت سب کچھ تہہ وبالا ہو کر رہ گئی ہے، اس مدت میں سترہ سو چھیانوے (۱۷۹۶) دن ریاست میں کرفیو نافذ رہا، ایک اندازہ کے مطابق ایک دن کے کرفیو میں کشمیر کو دو سو پچاس (۲۵۰) کروڑ روپے کا نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے، ۱۹۹۱ء میں یہاں سال کے دو سو ساٹھ (۲۶۰) دن اور ۲۰۱۶ء میں ایک سو تیس (۱۳۰) دن کرفیو میں گذرے، صرف ۲۰۱۶ء میں اکاون (۵۱) دن کی مکمل بندی کے نتیجے میں دس ہزار پانچ سو (۱۰۵۰۰) کروڑ روپے کا نقصان ہوا تھا۔

کشمیر کی معاشی بنیاد سیاحت ہے، کرفیو، ہڑتال اور بندی کے نتیجے میں یہاں سیاح آنے سے کترانے لگے، ۱۹۸۸ء میں سات لاکھ (۷۰۰۰۰۰) سیاح وادی میں آئے تھے، ۱۹۸۹ء سے یہاں تشدد شروع ہوا تو سیاح کی تعداد دو لاکھ گھٹ گئی، اگلے دو سال میں یہ تعداد ۹۸ فیصد گھٹی اور صرف چھ ہزار دو سو ستاسی (۶۲۸۷) سیاح ہی وادی میں داخلہ کی جرأت کر سکے۔ ۲۰۰۱ء میں حالات مزید بگڑے تو صرف ستائیس ہزار تین سو چھپن (۲۷۳۵۶) سیاح وادی میں داخل ہوئے، ۲۰۱۲ء میں سیاحوں کی تعداد کافی بڑھی، لیکن اب جو حالات ہیں، اس میں سیاحوں کی آمد میں پھر سے کمی واقع ہوگئی ہے اور اس کا خمیازہ ریاست کو بھگتنا پڑ رہا ہے۔

یہاں بے روزگاری کا تناسب اکیس فیصد ہے اور پچیس فیصد نوجوان بے کار بیٹھے ہیں، ریاست میں بائیس ہزار اسکول وکالج ہیں، لیکن ۶۸ء۵۷ فیصد اسکول آج بھی بجلی کی روشنی سے محروم ہیں، یہاں کی گھریلو صنعتیں دم توڑ رہی ہیں، نئے تجارتی مواقع کالعدم ہیں، یہاں صرف چھیاسی بڑی اور اوسط درجہ کی صنعتی کمپنیاں ہیں، جس میں انیس ہزار تین سو چودہ لوگ ہی روزگار سے لگے ہیں، گھریلو اور چھوٹی صنعتیں تیس ہزار ایک سو بیس (۳۰۱۲۰) ہیں، جس سے ۱۴۲۳۱۷ لوگوں کو روزگار ملا ہوا ہے، ناگفتہ بہ حالات کی وجہ سے اس میں اضافہ نہیں ہو پا رہا ہے، گذشتہ دس سالوں میں صرف پانچ ہزار لوگوں کو یہاں اضافی نوکری مل سکی ہے۔

جموں کشمیر کے حالات مرکزی حکومت کے لیے بھی دردسر بنے رہے، دہشت گردی سے نمٹنے کے لئے اسے مسلسل وہاں کے فنڈ میں اضافہ کرنا پڑا، ایک اندازہ کے مطابق ۱۹۹۰ء سے ۲۰۰۲ کے درمیان اس مد میں پینتیس ہزار کروڑ روپے خرچ کرنے پڑے، مرکزی حکومت نے ۱۹۸۹ء میں مبینہ دہشت گردی پر قابو پانے کے لئے حفاظتی اسکیموں کو منظوری دی، جس کے دو حصے تھے، ایک حصہ حفاظتی دستوں کے لیے اور دوسرا راحت اور باز آبادکاری کے لیے، باز آبادکاری کے اعداد وشمار دستیاب نہیں ہیں، لیکن حفاظتی دستوں پر اٹھارہ سالوں میں وزارت داخلہ نے سات ہزار چھ سو ستائیس کروڑ روپے خرچ کیے، دوسری طرف سیاحت کے ذریعہ جو ٹیکس ریاست سے مرکز کو ملا کرتا تھا وہ دس فیصد سے گھٹ کر چھوٹی صد پر آ گیا ہے، ۲۰۱۷ء میں گذشتہ چھ سالوں کے اعداد وشمار کے اعتبار سے سیاحوں کی تعداد سب سے کم رہ گئی۔ مرکزی حکومت نے کشمیر میں انتخاب کرانے کے لیے کشمیری سیاست دانوں کی کل جماعتی میٹنگ بلائی تھی، لیکن اس کا بھی مستقبل قریب میں کوئی نتیجہ برآمد ہوتا نظر نہیں آتا، ریاست کی تقسیم کرکے جس طرح اسے مرکز کے زیر انتظام لایا گیا اس سے کشمیر کی عوام خوش نہیں ہے، دفعہ ۳۷۰ اور ۱۵اے کا اختتام بھی کشمیریوں کے لیے گراں ہے۔

ان حالات میں ضروری ہے کہ اس ملک کے سارے فکری مراکز (تھنک ٹینک) ایسی منصوبہ بندی کریں اور اسے حکومت تک پہونچائیں تاکہ بربادی کی یہ داستان قصۂ پارینہ بن سکے۔

## ہندوستان کا بدلتا رخ

افغانستان میں طالبانی حکومت کے بارے میں ہندوستان کا رخ بہت تبدیل ہوا ہے، شروع میں طالبان کی تعریف وتوصیف پر ملک سے غداری کے مقدمات درج ہوئے اور بڑے لوگ اس کی زد میں آئے، حکومت ہند خاموش رہی اس لیے لوگوں نے سمجھا کہ حکومت طالبان کی واپسی کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتی اور اسے تنظیمی اعتبار سے دہشت گرد قرار دیتی ہے، اس کے بہت سارے اثاثے بینکوں میں اسی لیے منجمد ہیں، لیکن جب حکومت ہند کے نمائندے نے قطر میں طالبان کے نمائندہ سے مذاکرات کیے تو معلوم ہوا کہ اب ہندوستان اپنے پڑوسی ملک میں ایک ایسی جماعت کو حکمراں کی شکل میں دیکھنے کو تیار ہوگیا ہے، جس پر وہ دہشت گردی اور انسانی حقوق کی خلاف ورزی کا مسلسل اور متواتر الزام لگاتا رہا ہے، پاکستان، چین اور روس کے طالبان کے تئیں ہمدردانہ موقف نے بھی ہندوستان کو اپنی سوچ بدلنے پر مجبور کیا، طالبان نے بھی تمام ملکوں کی طرف خیر سگالی کا ہاتھ بڑھایا اور اپنے طریقہ کار میں تبدیلی کا اعلان کیا، جس کی وجہ سے امریکہ اپنی بدترین شکست کے باوجود افغانستان پر کوئی نئی پابندی لگانے کی ہمت نہیں دکھا پا رہا۔ ہندوستان نے دوطرفہ مذاکرات کے ذریعہ یہ پیغام دیا ہے کہ طالبان کے معاملہ میں اس کی سوچ بدل گئی ہے اور اگر افغانستان کی طالبان حکومت اپنے اعلان پر قائم رہی تو ہندوستان نے افغانستان میں جو سرمایہ کاری کی ہے اس کو باقی رکھا جا سکتا ہے۔

## امیروں کی دنیا

بلومبرگ نامی ایک سروے ایجنسی نے رابن ہوڈ انڈکس کے نام سے دنیا کے مختلف ملکوں کے مالداروں کی دولت کا جائزہ لے کر بتایا ہے کہ جن ملکوں میں وہ رہ رہے ہیں، اس ملک کو اگر ان کو چلانا پڑے تو اپنی دولت سے وہ کتنے دن اس ملک کی کفالت کر سکتے ہیں، اس رپورٹ میں ہندوستان کے مکیش امبانی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ بیس دنوں تک ہندوستان کا خرچ بلا شرکت غیرے چلا سکتے ہیں جبکہ بھارت سرکار کا ایک دن کا خرچہ ۶۸ء۷۱۲ کروڑ روپے کا ہے، امریکہ کے جیف بے جوس پانچ دن، فرانس کے بنارڈ آرنالٹ ۱۵ دن، میکسیکو کے کارلس سلم ۸۲ دن، چین کے جیک ما ۴ دن، برازیل کے جارج پاؤلو تیرہ دن، اٹلی کے گی اوونی فرارو نو دن، یورپی ملک سائپرس کے جان فرڈرکسن چار سو اکتالیس دن، جارجیا کے بدجینا چار سو تیس دن، ہانگ کانگ کے لی کاسن ۱۹۱ دن، ملیشیا کے رابرٹ کواوک ۹۵ دن، سنگاپور کے وی چویا ۵۲ دن اور جرمنی کے ڈائٹر سوارج پانچ دن کا خرچ اٹھا سکتے ہیں انچاس ملکوں کے مالداروں کی اس سروے رپورٹ میں چار خواتین کا بھی نام ہے جو اپنے ملک کا خرچ اٹھانے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔

اس سروے رپورٹ سے اندازہ ہوتا ہے کہ دولت کا ارتکاز کس تیزی سے ایک فی صد لوگوں کے ہاتھوں میں ہو رہا ہے، جس کے نتیجے میں مالدار اور مالدار ہوتا جا رہا ہے، غریب اور غریب، اسلام نے دولت کے ارتکاز کو پسندیدہ نظروں سے نہیں دیکھا، اس کا معاشی اور اقتصادی نظام دولت کی ایسی تقسیم پر مبنی ہے، جس میں مالداروں کے ذمہ غریبوں مسکینوں کی ضروریات کی کفالت بھی مختلف عنوانات سے شامل ہے جس کی وجہ سے دولت ایک ہاتھ میں مرکوز نہ ہو کر گردش کرتی رہتی ہے، اسی لیے حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے لکھا ہے کہ اسلام کا معاشی نظام آمد سے زیادہ خرچ پر اپنی توجہ مرکوز رکھتا ہے۔

## ذیابطیس

انسانی جسم کو جو امراض لاحق ہوتے ہیں، ان میں سے کئی بیماریوں کے علاج تک انسانی عقل وشعور اور سائنس کی رسائی اب تک نہیں ہو سکی ہے، کینسر، ایڈز وغیرہ کا شمار ایسے ہی امراض میں ہوتا ہے، جس میں علاج ومعالجہ اکثر وبیشتر صورت میں کامیاب نہیں ہو رہا ہے، اور زندگی کو اختتام تک پہونچا دیتا ہے۔

ذیابطیس یعنی شوگر کا مرض بھی لاعلاج بنتا جا رہا ہے، یہ ٹھیک ہونے کا نام نہیں لیتا، غذا، پرہیز اور دواؤں کے ذریعہ اسے معتدل سطح پر رکھا جا سکتا ہے، لیکن یہ ایسا مرض ہے جو ختم نہیں ہوتا، عالمی ادارہ صحت (WHO) کے مطابق پوری دنیا میں ذیابطیس کے مریضوں کی تعداد ۴۲ کروڑ سے زائد ہوگئی ہے، فی صد کے اعتبار سے دنیا کی ۶۵ فی صد آبادی اس مرض کا شکار ہے، گذشتہ پینتیس سالوں میں اس مرض میں چار گنا اضافہ ہو گیا ہے۔ ۱۹۸۰ء میں اس مرض کے بالغ مریضوں کی تعداد دس کروڑ اسی لاکھ تھی، ۲۰۱۴ء میں یہ تعداد بڑھ کر بیالیس کروڑ بیس لاکھ ہوگئی، ایک اندازے کے مطابق پوری دنیا میں شوگر کے مریضوں کی نصف تعداد چین، ہندوستان، امریکہ، برازیل اور انڈونیشیا میں پائی جاتی ہے، چین اور ہندوستان کے اعداد وشمار دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ ان دونوں ملکوں میں شوگر کے مریض زیادہ تر مرد ہیں، اور ان کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے، لاطینی امریکہ کے ممالک میں بھی یہ مرض تیزی سے بڑھ رہا ہے۔

طبی ماہرین کے مطابق اس مرض کی وجہ سے اعضاء رئیسہ متاثر ہوتا ہے، دل کی بیماریاں اور ہارٹ اٹیک کے خطرات بڑھ جاتے ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ خون کے دباؤ اور کولیسٹرول کی سطح پر دھیان رکھا جائے، جسمانی تگ ودو اور پیدل چلنے کو معمول کا حصہ بنایا جائے، مرغن غذاؤں سے پرہیز کیا جائے اور بغیر چھانے آٹے کی روٹی، سبزیاں پھل وغیرہ کو غذا کا حصہ بنایا جائے، بلڈ پریشر اور وزن پر بھی نگاہ رکھی جائے، ذیابطین کے اتار چڑھاؤ اور کولیسٹرول کی سطح کی جانچ معمولا کرائی جائے، احتیاط، بہر صورت دواؤں کے استعمال سے بہتر ہے، بہت سارے مریض اس لیے دوا لینے سے کتراتے ہیں کہ پھر پوری زندگی دوا کھانی ہوگی، ظاہر ہے یہ بدعقلی ہے کہ اعضاء رئیسہ کمزور ہوتے جائیں اور ہم دوا سے گریز کریں، عقل مندی یہ ہے کہ دوا ڈاکٹر کے مشورے سے لی جائے اور پرہیز واحتیاط کو بھی اپنے ہاتھ سے نہ جانے دیں، ہمارا صحت مند رہنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ قوی مومن کو اچھا کہا گیا ہے، صحت مند جسم میں صحت مند دماغ پایا جاتا ہے اور سارے کام دماغ کی صحت پر ہی موقوف ہیں، سائنس داں دماغی موت کو زندگی کا خاتمہ قرار دیتے ہیں۔

بہت سارے لوگ جب دوا علاج اور احتیاط وتدبیر کی بات آتی ہے تو کہتے ہیں کہ موت ایک ہی بار نہ آئے گی اور جس حال میں مقدر ہے اسی طرح آئے گی، اس لیے احتیاط وتدابیر اور دوا علاج کا کیا فائدہ ہے؟ ایسے لوگوں کو یہ بات جان لینی چاہیے کہ ہر مرض کی دوا ہوتی ہے، ہمارا دماغ اور ہماری کھوج وہاں تک نہ پہونچ پائی ہو یہ دوسری بات ہے، اسی طرح ہمیں احتیاط اور پرہیز کی بھی ہدایت کی گئی ہے اور اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالنے سے منع کیا گیا ہے، ہم چونکہ مقدرات سے واقف نہیں ہیں، اس لیے احتیاط وتدابیر کو اپنے معمول کا حصہ بنانا چاہیے اور غیر ضروری منطق کا سہارا لے کر اپنی زندگی کو خطرے میں نہیں ڈالنا چاہیے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اپنے کو ہلاکت میں مت ڈالو۔

## توگڑیا کی بکواس

پروین توگڑیا ایک زمانہ میں فرقہ پرست تنظیموں کا بڑا چہرہ تھا، وشو ہندو پریشد، ہندو مہاسبھا اور آر اس اس والے اس کا استعمال ہندتوا کے فروغ کے لیے کر رہے تھے، لیکن تنظیمیں بھی اس کے اول جلول بیان اور وزیر اعظم پر تنقید سے نالاں ہوئیں اور وشو ہندو پریشد سے اسے باہر کا رخ دکھایا گیا، اس نے پھر سے ان تنظیموں میں اپنی پیٹھ بنانے کے لیے مسلم مخالف بیان دے کر سیکولر ہندوستان کو سخت نقصان پہونچایا ہے، اس نے اپنی بکواس میں کہا ہے کہ دار العلوم دیوبند، تبلیغی جماعت، جمعیت علماء اور ان کے مدارس ومساجد کو بند کر دینا چاہیے اور ان پر پابندی لگانی چاہیے، پروین توگڑیا کو پتہ نہیں کہ ان تینوں جماعتوں نے ملک کی آزادی، اس کی ترقی اور اعلیٰ اخلاقی اقدار کے فروغ میں کس قدر حصہ لیا ہے، توگڑیا جیسے لوگ جن کا آزادی کی لڑائی اور ملک کی قومی یک جہتی کو نقصان پہونچا رہے ہیں، اس لیے ایسے ملک دشمن کو فوراً جیل کی سلاخوں کے پیچھے پہونچا دینا چاہیے، ورنہ یہ اس ملک کو فرقہ واریت کی آگ میں جھلسا کر رکھ دیں گے، جو آگ پہلے سے ہی مختلف فرقہ پرست تنظیموں کی طرف سے بھڑکائی جا رہی ہے۔

Scanned with CamScanner

**یادوں کے چراغ** — : مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

# مولانا مفتی عبد الشکور قاسمیؒ

مولانا مفتی قاضی عبدالشکور قاسمی بن محمد قاسم علی ساکن نیا ٹولہ کبئی بنگھرا دلسنگھ سرائے ضلع سمستی پور نے مورخہ ۲۹ر اگست ۲۰۲۱ء مطابق ۱۹ر محرم الحرام ۱۴۴۳ھ بروز اتوار صبح نو بجے داعی اجل کو لبیک کہا، وہ عرصہ سے مختلف امراض کے ساتھ ضعف ونقاہت اور کبرسنی کا سامنا کر رہے تھے، اہلیہ دو سال پہلے ہی انتقال کر چکی تھیں، پس ماندگان میں ایک لڑکا اور چار لڑکیاں ہیں، سب شادی شدہ ہیں، لڑکا فضل اللہ ماجد حافظ قرآن ہے اور ایک اسکول میں تدریسی خدمات سے وابستہ ہے، جنازہ کی نماز دوسرے دن ۳۰ر اگست ۲۰۲۱ء بروز سوموار دس بجے دن میں مرحوم کے صاحب زادہ حافظ فضل اللہ ماجد کی امامت میں ادا کی گئی اور مقامی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔

مولانا مفتی عبدالشکور قاسمی کی ولادت ان کی خود نوشت کے مطابق اندازاً ۱۹۴۸ء اور سند کے مطابق ۳ر ربیع الثانی ۱۳۷۱ھ میں ہوئی، آبائی وطن شاہ پور پٹوری ضلع سمستی پور کے دکھن سرساواں نامی گاؤں تھا، گنگا نے جب اس گاؤں کو اپنے حلقہ میں لے لیا تو مفتی صاحب کے دادا نقل مکانی کرکے نیا ٹولہ کبئی بنگھرا میں آکر بس گئے، ابتدائی تعلیم آپ نے گاؤں کے مکتب میں مولوی عبدالاحد مرحوم سے پائی، اور تیسرا درجہ پاس کرنے کے بعد گاؤں کی کاشت کو دیکھنے لگے اور جانوروں کی چرواہی مشغلہ قرار پایا، دو سال بعد بڑے بھائی مولانا محمد یعقوب صاحب (م ۱۴ر نومبر ۲۰۱۷ء) کی تحریک اور توجہ سے ۱۹۶۰ء مطابق ۸ر شوال ۱۳۸۰ھ میں بھائی کے ساتھ دارالعلوم دیوبند چلے گئے اور وہاں حفظ قرآن شروع کیا، قاری محمد کامل کی توجہ سے شوال سے شعبان تک دس پارے حفظ میں مکمل ہو گئے، شعبان ۱۳۸۲ھ کو حفظ قرآن مکمل ہو گیا، اسی سال مولانا یعقوب صاحب کا دورہ حدیث مکمل ہو چکا تھا، ان کے دیوبند نہ جانے کی وجہ سے دور کے لئے آپ کا داخلہ ۱۳۸۳ھ میں مدرسہ امدادیہ لہریا سرائے دربھنگہ میں کرایا گیا، ۱۳۸۴ھ میں تجوید پڑھنے کے لئے مولانا محمد یعقوب صاحب نے پھر سے دیوبند بھیج دیا، قاری نعمان صاحب کے درس میں تجوید کی تعلیم دو سال میں مکمل کی، اسی دوران دامانی ایرانی سے خارج وقت میں گلستاں، مفتی سعید احمد پالن پوریؒ نحو میر، پنج گنج، مکتبہ نعمانیہ کے مالک اور حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب کے خلیفہ مولانا محمد طیب صاحب نابینا سے ہدایت النحو، نورالایضاح اور ابتدائی منطق کی تعلیم پائی، ۱۳۸۵ھ میں اپنے بھائی مولانا محمد یعقوب صاحب کے زیر سایہ مدرسہ اسلامیہ جامع العلوم مظفر پور آ گئے، یہاں شرح وقایہ، اصول الشاشی اور کافیہ تک کا نصاب مکمل کیا، ۱۳۸۶ھ میں مفتاح العلوم لوری کٹرہ مئو میں ہدایہ اولین، مختصر المعانی اور متنبی پڑھی، یہاں حضرت مولانا عبداللطیف نعمانی صاحب سے شرف تلمذ حاصل ہوا، ۱۳۸۷ھ میں پھر سے دارالعلوم دیوبند کا رخ کیا ۱۳۹۱ھ میں دورہ حدیث کی تکمیل کی اور امتحان میں ممتاز رہے، درجہ اول سے کامیاب قرار پائے، ۱۳۹۲ھ میں دار الافتاء میں حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی کی زیر نگرانی فتویٰ نویسی کی تربیت حاصل کی ۱۳۹۲ھ مطابق ۱۹۷۲ء میں گھر واپسی ہوئی، فراغت کے بعد ۱۳۹۳ھ مطابق اپریل ۱۹۷۳ء میں قاری محمد عثمان صاحب لعل گنج ضلع ویشالی کی دختر نیک اختر سے رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوئے۔

تدریسی زندگی کا آغاز حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی اور مولانا سید نظام الدین رحمہما اللہ کے حکم سے مدرسہ اسلامیہ بلدی پوکھر ضلع سنگھ بھوم سے کیا، کوئی چھ ماہ یہاں قیام رہا اور چھ ماہ مدرسہ نورالاسلام چھتون ضلع دربھنگہ میں بھی پڑھایا پھر دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد میں ناظم تعلیمات کی حیثیت سے خدمت انجام دینے لگے، ڈیڑھ دو سالہ یہاں قیام کے بعد لخت جگر کی ولادت کی خبر ملی تو گھر آ گئے؛ لیکن بچہ آٹھویں دن ہی ابدی نیند سو گیا، پہلے بچے کی داغ مفارقت نے حیدرآباد کی طرف سے دل کو پھیر دیا چنانچہ قاضی صاحب اور مولانا محمد یعقوب صاحب کے حکم وہدایت پر ناظم تعلیمات بن کر مدرسہ اسلامیہ بتیا چلے گئے، اس زمانہ میں قاضی عبدالجلیل صاحبؒ کا قیام بھی وہیں تھا اور وہ بتیا کے قاضی کی حیثیت سے وہاں خدمت انجام دے رہے تھے۔ اسی درمیان مدرسہ احمدیہ ابابکر پور ویشالی میں فاضل کی خالی جگہ کے لئے تقرری کا اشتہار نکلا، بڑے بھائیوں کے دباؤ پر انہوں نے انٹرویو میں شرکت کی، صلاحیت مضبوط تھی اور اس زمانہ میں تنخواہ بھی قلیل تھی اس لیے آسانی سے تقرری ہو گئی اور آپ فروری ۱۹۷۸ء سے وہاں خدمت انجام دینے لگے، ۲۰۱۲ء میں مولانا آفتاب عالم مفتاحی کی سبکدوشی کے بعد مدرسہ کے پرنسپل بنے اور دسمبر ۲۰۱۳ء میں مدت ملازمت پوری کرکے سبکدوش ہوئے۔ ان کے شاگردوں کی تعداد سیکڑوں میں ہے، جن میں کئی بڑے عالم دین ہیں۔

حضرت امیر شریعت مولانا سید نظام الدین صاحبؒ (م ۲۰۱۵ء) نے ویشالی میں دارالقضاء کے قیام کا فیصلہ کیا تو مفتی صاحب نے کار قضاء کی تربیت امارت شرعیہ سے لی، ۲۳ر ستمبر ۲۰۰۲ء مطابق ۱۵ر رجب ۱۴۲۳ھ میں ایک بڑے اجلاس میں حضرت امیر شریعت نے انہیں منصب قضاء تفویض کی اور وہ سبکدوشی کے بعد بھی اپنی علالت کے قبل تک اس منصب پر مامور رہے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرتے رہے، جب ہاتھ میں رعشہ آ گیا اور کام کی صلاحیت باقی نہیں رہی تو خود سے سبکدوش ہو گئے اور مستقل قیام گھر پر رہنے لگا۔

میری ان سے رفاقت کی سرگزشت طویل ہے، میں جب یکم مئی ۱۹۸۴ء کو مدرسہ احمدیہ ابابکر پور میں بحال ہوا، تو میری ان کی رفاقت ۲۰۰۳ء کے اپریل تک رہی، میں نائب ناظم کی حیثیت سے امیر شریعت سادس کی دعوت پر امارت شرعیہ آ گیا تو بھی ان سے تعلقات استوار رہے، ابابکر پور کے زمانہ قیام میں میری جتنی کتابیں طبع ہوئیں، سب میں ان کا تعاون رہا اور تمام کتابوں پر نظر ثانی کا کام انہوں نے پوری دلچسپی سے کیا۔ بعض کتابوں پر انہوں نے تبصرے بھی لکھے۔ وہ مختلف علوم وفنون کے ماہر تھے، عربی، اردو، فارسی، فقہ، حدیث، تفسیر، نحو، صرف، منطق، فلسفہ سب میں ان کا مطالعہ وسیع اور گہرا تھا، انہوں نے کبھی شاعری کی میرے علم میں نہیں ہے، لیکن اشعار کی تصحیح کا انہیں خاص ملکہ تھا، وہ تک بندی کو اوزان، قافیہ، ردیف کا پابند کرنے میں مہارت رکھتے تھے، قرآن کریم اچھا یاد تھا، تراویح پڑھایا کرتے تھے؛ لیکن ادھر تین دہائی سے زیادہ سے ان کی آواز بیٹھ گئی تھی اس لیے تراویح پڑھانا چھوڑ دیا تھا، تقریر بھی اچھی کرتے تھے؛ لیکن آواز کے ساتھ چھوڑنے کی وجہ سے یہ سلسلہ بھی رک سا گیا تھا، وہ سادگی پسند تھے، اس لیے ان کو دیکھ کر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ اتنے بڑے عالم ہیں، مدرسہ بورڈ کے امتحان کے موقع سے وہ طلبہ کی پہلی پسند اور ان کے مسائل کے حل میں پیش پیش رہا کرتے تھے، طلبہ میں یہ بات مشہور تھی کہ بورڈ امتحان کے موقع سے اصل امتحان تو مفتی عبدالشکور صاحب کا ہوتا ہے، ان کی آمدنی قلیل تھی اور مالی دشواریوں کا سامنا تھا، لیکن ہفتہ دو ہفتہ پر گھر ضرور جایا کرتے تھے، چاہے سفر قرض لے کر ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔

طلبہ کے ساتھ ان کا معاملہ عموماً شفقت کا تھا، حالانکہ مدرسہ احمدیہ ابابکر پور میں ناظم دارالاقامہ وہی تھے، تنبیہ بھی کرتے تھے تو حد اعتدال سے تجاوز نہیں کرتے تھے۔ مفتی صاحب کے انتقال سے ہم نے ایک بڑی علمی شخصیت کو کھو دیا، اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ان کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل دے۔

آمین یارب العالمین

**کتابوں کی دنیا** — : ایڈیٹر کے قلم سے

# درس علم النحو

نحو میر ہمارے مدارس میں عربی اول میں عموماً پڑھائی جاتی ہے، کتاب کی زبان فارسی ہے اور فارسی ہندوستان میں عموماً متروک ہو چکی ہے، اس لئے فارسی میں لکھی ان کتابوں کی تدریس کے لئے مدارس میں اعدادیہ یا فارسی کے درجات الگ سے رکھے جاتے ہیں؛ تاکہ فارسی میں لکھی گئی کتابوں کے ذریعہ نحو وصرف کے قواعد اصول اور مبادیات کا سمجھنا اور یاد رکھنا طلبہ کے لیے آسان ہو جائے۔

بعد کے دنوں میں درس وتدریس سے وابستہ اساتذہ کرام میں اس خیال نے زور پکڑا کہ کیوں نہ ان کتابوں کو اردو میں منتقل کیا جائے؛ تاکہ مادری زبان میں افہام وتفہیم کا کام کیا جائے؛ چنانچہ کتاب الصرف، کتاب النحو، تمرین الصرف، تمرین النحو، آسان صرف، آسان نحو وغیرہ کتابیں وجود میں آئیں، اور درس وتدریس کا سلسلہ ان کتابوں کے ذریعہ جاری ہو گیا، اسی ذیل میں فارسی کتابوں کو اردو کا لباس پہنانے کا کام بھی شروع ہوا اور نحو میر، علم الصیغہ، میزان، منشعب، فصول اکبری وغیرہ حذف واضافہ، ترمیم وتنقیح، مشق وتمرین اور تسہیل کے ساتھ ہمارے سامنے آئیں۔ ان کتابوں میں عموماً تعریفات اور امثلہ اصل اور پرانی کتابوں کے باقی رہ گئے، ضرب زید کے ذریعہ بے چارہ زید کبھی مارتا ہے کبھی مار کھاتا ہے، یہ مثال اس قدر عام ہوا کہ لوگوں نے زید نام رکھنا ہی چھوڑ دیا، زید کا غلام اب بھی ہمارے بچوں کو مضاف مضاف الیہ سمجھاتا ہے؛ حالانکہ غلام کا رواج کب کا ختم ہو گیا، اب بچہ غلام کو جانتا ہی نہیں ہے اور ولد سے ہم اسے بدل نہیں پا رہے ہیں۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ طلبہ میں کتابوں کو رٹ کر امتحان نکالنے کا مزاج بن گیا بغیر سمجھے بوجھے ''رٹو مل'' ہونے سے کتاب تو نکل جاتی ہے؛ لیکن فن نہیں آتا ہے؛ حالانکہ مقصود کتاب پڑھانا نہیں فن پڑھانا ہے، فن پڑھے گا تو جاری مجری صحیح کی مثال میں ''دلو'' سے آگے بڑھ جائے گا مرکب منع صرف کی مثال میں بعلبک، معدیکرب اور حضر موت تک محدود نہیں رہ جائے گا۔

اس کے پاس انسانی اسماء کی سینکڑوں مثالیں ہوں گی؛ جنہیں وہ مرکب بنائی کے طور پر جانے گا اور پہچانے گا، فن پڑھانے کا یہ فائدہ فوری ہوگا اور اگر اس نے قواعد کو سمجھ کر رٹ لیا تو اسے ان علوم میں آگے بڑھنے سے کوئی نہیں روک سکتا، فن پڑھاتے وقت طلبہ سے قرآن کریم کی آیتوں سے مثال اخذ کرانے سے زیادہ فائدہ ہوتا ہے، قرآن کریم سے رغبت بڑھتی ہے اور قرآن مجید سے بہتر مثالیں اور کہاں مل سکتی ہیں، شاید باید کوئی قاعدہ ایسا ہوگا جس کی مثال قرآن کریم میں مذکور نہ ہو ضرورت شوق پیدا کرنے کی ہے۔

درس وتدریس کا یہ انداز جو ہمارے یہاں رائج ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے یہاں نصاب فہرست کتب کو کہتے ہیں؛ حالانکہ نصاب فہرست کتب کا نہیں ان ابحاث وموضوعات کا نام ہے، جن کو طلبہ کی ذہنی صلاحیت کے اعتبار سے اساتذہ کو پڑھانا ہے، اب یہ استاذ کا مسئلہ ہے کہ وہ کن کتابوں کی مدد سے بچوں کو صحیح طور سے سمجھا سکتا ہے، کتابیں بذات خود نصاب نہیں ہیں؛ بلکہ مباحث کو سمجھانے کے لیے معاون اور مددگار ہیں، اساتذہ اگر کتاب پڑھاتے وقت مباحث اور اس کی مشق پر توجہ مرکوز رکھیں تو طلبہ کی صلاحیتوں کو پر لگ سکتا ہے، میں نے خود بھی بیس سال پڑھایا ہے اس لئے دوران تدریس کے جو تجربات ومشاہدات ہیں وہ کاغذ پر پھیلتے چلے گئے۔

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

میرے سامنے مولانا مفتی ماہتاب عالم ابو ناصحہ قاسمی ناظم تعلیمات مدرسہ حنفیہ عربی کالج حمیلا گیدر گنج مدھوبنی کی کتاب درس علم النحو ہے، اس میں انہوں نے نحو میر کو اردو قالب میں ڈھالا ہے، مثالیں وغیرہ بھی وہیں سے ماخوذ ہیں، کچھ جگہوں پر اس میں اضافہ بھی درج ہے۔

مفتی ابو ناصحہ قاسمی صاحب پڑھتے لکھتے ہیں، لکھنے کی دلیل تو یہ کتاب ہے اور پڑھے بغیر لکھا نہیں جا سکتا اس لئے معلوم ہوا کہ وہ پڑھتے بھی ہیں، بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ سے ملحق مدرسے میں ہیں اس لیے پڑھاتے بھی رہیں، اس کی دعاء کرنی چاہئے۔ یہ بات حفظ ماتقدم کے طور پر لکھ دیا ہے؛ کیوں کہ پیش لفظ میں جو کچھ انہوں نے لکھا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ طلبہ کو پڑھاتے بھی ہیں۔

درس علم النحو دراصل حضرت مولانا زبیر احمد قاسمی سابق ناظم جامعہ عربیہ اشرف العلوم کی درسی افادات کا مجموعہ ہے، جسے مفتی صاحب نے درس کے وقت قلم بند کر لیا، پھر پڑھاتے وقت اس سے فائدہ اٹھایا اور اپنے تجربات کی روشنی میں اسے مرتب کر ڈالا اب یہ طباعت کے لئے تیار ہے، زبان اگر مزید آسان کر سکیں؛ جن جگہوں پر مثالیں درج نہیں ہیں، اسے درج کر دیں جن اصطلاحات کی تعریف درج ہونے سے رہ گئی ہے، اس کو بھی شامل کتاب کر لیا جائے تو اس کتاب کی افادیت بڑھ جائے گی۔

ہمارے استاذ محدث کبیر حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ پہلے مرحلہ میں ہی یہ بات طئے کر لینی چاہئے کہ کتاب کس کے لئے لکھی جا رہی ہے، اسلوب مثالیں وغیرہ اسی اعتبار سے لانی چاہیے، میرا خیال یہ ہے کہ درس علم النحو اساتذہ کے لئے تو مفید ہے، طلبہ کے لیے مزید مفید بنانے کے لئے گراں بار نہ ہو تو اوپر جن امور کی نشاندہی کی گئی ہے، اس کے مطابق اس کتاب پر نظر ثانی کر لی جائے۔ اللہ رب العزت سے دعاء ہے کہ وہ اس کتاب کو قبول عام اور افادہ تام نصیب فرمائے آمین

Scanned with CamScanner

قسط دہم

# حجۃ الاسلام الامام محمد قاسم نانوتویؒ بحیثیت محدث

☆حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی نائب امیر شریعت امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ☆

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ تو تمام ہی علوم میں خواہ وہ علوم عقلیہ ہوں یا نقلیہ بڑا دسترس رکھتے تھے، آپ کے علوم میں عمق اور گہرائی تو ضرب المثل کا درجہ رکھتی ہے، لیکن خاص طور پر علم حدیث سے آپ کو زیادہ شغف تھا، آپ نے بخاری شریف، مسلم شریف، ترمذی شریف، موطا امام مالک حضرت شاہ عبدالغنیؒ سے پڑھیں اور ابوداؤد حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ سے پڑھی۔

## حضرت نانوتویؒ کی سند حدیث:

آپ کی سند پچیس واسطوں سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچتی ہے، تفصیل حسب ذیل ہے:

آپ نے حدیث کی سند شاہ عبدالغنیؒ سے اور انہوں نے شاہ محمد اسحٰقؒ سے انہوں نے شاہ عبدالعزیزؒ سے، انہوں نے شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے، انہوں نے شیخ ابوطاہر محمد بن ابراہیم کردی مدنیؒ سے، انہوں نے (اپنے والد) شیخ ابراہیم کردی سے، انہوں نے شیخ احمد قشاشیؒ سے، انہوں نے احمد بن عبدالقدوس ابوالمواہب الشناویؒ سے، انہوں نے شیخ شمس الدین رملیؒ سے، انہوں نے شیخ احمد زکریا انصاریؒ سے، انہوں نے حافظ ابن حجر عسقلانیؒ سے انہوں نے ابراہیم بن احمد تنوخیؒ سے، انہوں نے ابوالعباس احمد بن ابی طالبؒ سے، انہوں نے سراج الحسین بن مبارک زبیدیؒ سے، انہوں نے شیخ ابوالوقت عبدالاول ہرویؒ سے، انہوں نے شیخ ابوالحسن عبدالرحمٰن بن مظفر داؤدیؒ سے، انہوں نے ابومحمد عبداللہ بن احمد سرخسیؒ سے، انہوں نے ابوعبداللہ محمد بن یوسفؒ سے، انہوں نے امام بخاریؒ سے انہوں نے شیخ ابوالیمانؒ سے، انہوں نے شیخ شعیبؒ سے انہوں نے شیخ ابوالزنادؒ سے، انہوں نے شیخ العرجیؒ سے انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے انہوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کی۔ (انوار قاسمی: ص ۱۱۹ تا ۱۲۱/ادارہ سعدیہ مجددیہ لاہور)

## طلب حدیث کی غیر معمولی تڑپ:

آپ باوجود کامل ہونے کے دوسرے اہل کمال سے استفادہ کرنے میں نہ شرم محسوس کرتے تھے اور نہ ہی کسی طرح کی جھجک، سفر میں حضر میں جب جہاں کسی محدث کا علم ہوتا ان کے درس میں پہنچ کر ان سے استفادہ فرماتے۔

ارواح ثلاثہ میں ایک واقعہ امیر شاہ خان صاحب کی زبانی سنئے لکھتے ہیں:

"حضرت نانوتویؒ سفر حج میں تھے اس سفر میں ان کا جہاز یمن کی ایک بندرگاہ پر ٹھہر گیا اور مولانا کو معلوم ہوا کہ یہاں جہاز چند روز قیام کرے گا پھر آپ کو معلوم ہوا کہ یہاں سے قریب کسی بستی میں ایک معمر عالم اور محدث رہتے ہیں اس لئے آپ جہاز سے اتر کر ان کی خدمت میں روانہ ہو گئے، جب ان کی خدمت میں پہونچے اور گفتگو ہوئی تو مولانا کو ان کی شہرت علم کی تصدیق ہو گئی اور آپ نے ان سے حدیث کی سند کی درخواست کی ان عالم نے دریافت کیا کہ تم نے کس سے حدیث پڑھی ہے۔

مولانا نے فرمایا کہ شاہ عبدالغنی صاحبؒ سے وہ عالم شاہ عبدالغنی کو نہ جانتے تھے، اس لئے دریافت کیا کہ شاہ عبدالغنی صاحبؒ نے کس سے پڑھی ہے، مولانا نے فرمایا: (شاہ محمد اسحاق صاحبؒ پھر پوچھا انہوں نے کس سے پڑھی تو مولانا نے فرمایا) شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے وہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے واقف تھے، جب ان کا نام سنا تو فرمایا کہ اب میں تم کو سند دے دوں گا اور یہ بھی فرمایا کہ "شاہ ولی اللہ طوبیٰ کا درخت ہے، پس جس طرح جہاں جہاں طوبیٰ کی شاخیں ہیں وہاں جنت ہے اور جہاں اس کی شاخیں نہیں ہیں وہاں جنت نہیں ہے۔" اس کے بعد انہوں نے مولانا کو حدیث کی سند دے دی خان صاحب نے فرمایا کہ یہ قصہ میں نے خود مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ سے سنا ہے۔" (ارواح ثلاثہ: ص ۲۶۴/نعیمیہ دیوبند)

## بخاری شریف سے خصوصی مناسبت:

یوں تو حدیث کی ہر کتاب پر آپ کی گہری نظر تھی، لیکن خصوصیت سے بخاری شریف کے علوم سے آپ کو خاص مناسبت تھی اور آپ طرز تصنیفِ بخاری سے بے حد متاثر تھے، اس لئے فرماتے تھے کہ:

"تین کتابیں الیلی ہیں: ایک کلام اللہ، دوسری بخاری شریف، تیسری مثنوی شریف کہ ان کا کسی سے احاطہ نہیں ہو سکا، بخاری شریف کے تراجم کی دلالت کہیں خفی کہیں جلی، سچ یہ ہے کہ اس کا کسی سے احاطہ نہ ہوا، ایسے ہی قرآن شریف اور مثنوی شریف کا بھی"۔ (ارواح ثلاثہ: ص ۲۱۲/نعیمیہ، دیوبند)

## زمانہ طالب کا ایک واقعہ

جس زمانہ میں آپ دہلی میں بخاری شریف پڑھ رہے تھے اسی زمانہ کا واقعہ ہے کہ آپ دہلی کی کسی گلی سے گذر رہے تھے اور ہاتھ میں بخاری شریف کا نسخہ تھا ایک صاحب نسبت بزرگ حافظ عبدالقادر مجذوبؒ سے ملاقات ہو گئی، اس مجذوب بزرگؒ نے آپ کے ہاتھ سے بخاری شریف کا نسخہ لے لیا، اور آگے بڑھ گئے آپ نے اس خیال میں کہ نہ معلوم مجذوب صاحب کتاب کہاں ڈال دیں گے پیچھے پیچھے ہو لیا راستہ میں ایک دکان ملی وہیں بیٹھ کر ورق گردانی شروع کر دی اوراق الٹتے جاتے تھے اور زبان سے من من کہے جاتے تھے، آپ سامنے کھڑے ان حرکتوں کو دیکھتے رہے آخر میں حافظ صاحب مجذوب نے کتاب بند کی اور حضرت نانوتویؒ کو واپس کرتے ہوئے خطاب فرمایا:

"جا تو بڑا عالم ہے"۔

بخاری شریف پڑھنے کے زمانہ میں ہی بڑے عالم ہو جانے کی اطلاع کشفی راہ سے جسے مل چکی تھی اس کے متعلق اگر یہ کہا جائے کہ حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ سے ابوداؤد صرف اتصال وتصحیح سند کی غرض سے پڑھی تھی تو بے جا نہ ہوگا (سوانح قاسمی: ج ۱/ص ۲۴۷، ملخصا)

# حکایات اہل دل

✍: مولانا رضوان احمد ندوی

بزرگان دین اور اولیاء کرام کے حیرت انگیز واقعات پڑھنے سے نکتہ آفرینی کی صلاحیت ابھرتی ہے، اسی وجہ سے ہفتہ وار نقیب کے اس کالم میں ذکی اور دانشوروں کے واقعات جمع کرنے کا سلسلہ شروع کیا گیا، تاکہ قارئین کرام دلچسپی سے پڑھیں اور اپنے اندر کچھ کر گذرنے کا جذبہ ابھاریں، اندازہ ہوا کہ اصحاب ذوق شوق سے پڑھتے ہیں اور اپنی پسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں، اسی پس منظر میں یہاں ایک مجاہد اور ایک فقیہ کا واقعہ ذکر کیا جاتا ہے امید ہے کہ آپ پسند فرمائیں گے۔

## نورالدین زنگی-ایک اولوالعزم مجاہد

نورالدین زنگی تاریخ اسلام کے ان چند فرماں رواؤں میں سے ایک ہیں، جنہوں نے اپنے عدل وانصاف، عزم وشجاعت اور حسنِ انتظام میں خلافتِ راشدہ کے زمانے کی یادیں تازہ کیں، اتابکی خاندان کے اس اولوالعزم مجاہد کی پوری زندگی صلیب برداروں کے ساتھ میدان جہاد میں گذری اور اس نے اپنی جانبازی کے ذریعے نہ جانے کتنی بار جرمنی، فرانس اور یورپ کی دوسری طاقتوں کے چھکے چھڑائے، یہ وہ زمانہ تھا جب سلجوقی حکومت زوال پذیر ہو چکی تھی، عباسی خلافت طرح طرح کے فتنوں کی شکار تھی اور یورپ کی صلیبی طاقتیں مسلمانوں کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھا کر عالم اسلام کو ہضم کرنا چاہتی تھیں، اس نازک موقع پر سب سے پہلے نورالدین کے والد عمادالدین زنگیؒ اور ان کے بعد نورالدین زنگیؒ نے امت مسلمہ میں ایک نئی بیداری پیدا کی اور یورپی سازشوں کو ناکام بنا کر چھوڑا۔

نورالدین زنگیؒ کی فتوحات اور کارناموں کی تفصیل کے لئے ایک پوری کتاب درکار ہے، یہاں ان تفصیلات کا موقع نہیں ہے، لیکن علامہ ابن اثیر جزریؒ جو بڑے پایہ کے مؤرخ اور محدث ہیں اور نورالدین زنگیؒ کے ہم عصر ہیں، انہوں نے اپنی تاریخ میں نورالدین زنگیؒ کے عہد حکومت پر جو مجموعی تبصرہ کیا ہے، وہ یہاں نقل کیا جاتا ہے، علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں:

میں نے اسلامی عہد کے پہلے کے فرماں رواؤں سے لے کر اس وقت تک کے تمام بادشاہوں کی تاریخ کا مطالعہ کیا مگر خلفائے راشدین اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے سوا نورالدین سے بہتر فرماں روا میری نظر سے نہیں گذرا، اس نے عدل وانصاف کی اشاعت، جہاد اور ظلم وجور کے استیصال، عبادت وریاضت اور احسان وکرم کو مقصدِ زندگی بنا لیا تھا، اسی میں اس کے لیل ونہار بسر ہوتے تھے، اگر کسی قوم میں اس کے اور اس کے باپ کے جیسے دو فرماں روا گذر رہے ہوتے تو بھی اس قوم کے فخر کے لئے کافی تھا، نہ کہ ایک گھرانے میں خدا نے دو فرماں روا پیدا کر دیئے، ممالکِ محروسہ میں جس قدر ناجائز ٹیکس تھے، سب موقوف کر دیئے تھے، وہ مظلوم کے ساتھ خواہ وہ کسی درجے کا ہو، پورا انصاف کرتا تھا، مظلوموں کی شکایتیں براہ راست سنتا تھا"۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے کسی زمین کے بارے میں اس پر دعویٰ دائر کیا، عدالت کا چپراسی اس وقت جب کہ سلطان گوے وچوگان کھیل رہا تھا، پہنچا، سلطان فوراً اس کے ہمراہ قاضی کی عدالت میں حاضر ہو گیا۔

تحقیقات سے جائداد مدعی کے بجائے نورالدین کی ثابت ہوئی، اس لئے قاضی نے اس کے حق میں فیصلہ کر دیا، اس فیصلہ کے بعد نورالدین نے متنازعہ جائداد اپنی طرف سے مدعی کو ہبہ کر دی۔

اقتدار کی کرسی پر ہزار ہا افراد آئے اور چلے گئے، لیکن بہت کم ایسے گذرے ہیں جنہوں نے اس کرسی کو اپنی آخرت کی تیاری کے لئے استعمال کیا ہو اور اپنے کارناموں کی بنا پر زندہ جاوید ہو گئے ہوں، اللہ تعالیٰ نورالدین زنگیؒ کی روح پر اپنی متعدد رحمتیں نازل فرمائے وہ ایسے ہی صاحب اقتدار تھے، ان کے مزار پر حاضری کے وقت عقیدت مندوں کے جذبات لفظ وبیان سے ماوراء ہوتے ہیں۔

## حافظ بلقینیؒ کی ذہانت

علامہ عمر بن رسلان البلقینی رحمۃ اللہ علیہ حافظ ابن حجرؒ کے استاذ تھے، حافظ ابن حجرؒ نے جن اساتذہ سے خاص تعلق رکھا، ان میں حافظ زین الدین عراقیؒ، علامہ بلقینیؒ اور حافظ ابن الملقنؒ کے اسمائے گرامی سرفہرست ہیں، علامہ بلقینیؒ یوں تو حدیث میں بھی مہارت تامہ رکھتے تھے، لیکن ان کا خصوصی موضوع فقہ تھا اور حافظ ابن حجرؒ نے فقہ میں ان سے خصوصی استفادہ کیا اور علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ "میں نے زمزم پیتے وقت یہ دعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ مجھے حدیث میں حافظ ابن حجرؒ کا اور فقہ میں علامہ بلقینیؒ کا مرتبہ عطا فرما دے۔ (حسن المحاضرہ)

علامہ بلقینیؒ اصلاً شام کے باشندے تھے، لیکن بچپن ہی میں مصر آ گئے تھے اور یہاں کی سکونت اختیار کر لی تھی، پھر ایک عرصہ تک دمشق میں قاضی بھی رہے، لیکن بعد میں پھر مصر لوٹ آئے آخر تک یہیں مقیم رہے، حافظے کا یہ عالم تھا کہ جب وہ مدرسہ کاملیہ میں داخل ہوئے تو مدرسے کے مہتمم سے رہائش کے لئے ایک کمرے کی فرمائش کی، مہتمم نے انکار کر دیا، لیکن بعد میں ایک روز ایک شاعر آیا اور اس نے مہتمم صاحب کی تعریف میں ایک طویل قصیدہ سنایا، جب شاعر قصیدہ ختم کر چکا تو علامہ بلقینیؒ نے کہا کہ "مجھے یہ قصیدہ یاد ہو گیا ہے، مہتمم صاحب نے کہا کہ اگر تم قصیدہ زبانی سنا دو تو میں تمہیں کمرہ دے دوں گا، انہوں نے قصیدہ ازبر سنا دیا اور اس طرح انہیں کمرہ مل گیا۔ (جہان دیدہ، ص: ۱۵۶)

Scanned with CamScanner

# فکر اور سوچ کی دو راہیں

حضرت مولانا اعجاز احمد صاحب اعظمیؒ

ہماری یہ دنیا، جس میں ایک عارضی زندگی دنیا والوں کو بخشی گئی ہے اور عمل کی ایک عارضی مہلت انہیں ملی ہوئی ہے، اس میں ان کے ساتھ ایسی ضروری بات اور ایسی مجبوریاں لگا دی گئی ہیں کہ انہیں سعی وعمل سے چارہ نہیں، شعوری اور غیر شعوری طور پر ہمہ دم انہیں کدوکاوش کی الجھن گردش میں رکھتی ہیں، پیدائش سے موت تک حرکت ہی حرکت ہے، عمل ہی عمل ہے، عمل اور عمل کا ایک سلسلہ ہے، جو ہماری نگاہوں میں آتا رہتا ہے، دنیا کی زندگی کا نظام اسی بنیاد پر قائم ہے، تو کیا صرف یہی نظام ہے، جو ہماری نگاہوں میں آتا رہتا ہے، ہماری عقل اس کا ادراک کرتی رہتی ہے، اس کی گتھیاں کبھی سلجھتی ہیں، کبھی الجھتی ہیں، کبھی آدمی خوش ہوتا ہے، کبھی رنج وتکلیف کے دریا میں ڈوبنے لگتا ہے کیا یہ سب اسی نظام عالم کا کرشمہ ہے؟

اس سوال کا ایک جواب تو وہ ہے جسے مادی دنیا دیتی ہے، یہ جواب مادہ پرستوں کے دماغ میں آتا ہے، جن کے نزدیک کائنات از اول تا آخر یہی سامنے کی کائنات ہے، جن کو نہ خدا سے مطلب ہے، نہ عقیدہ آخرت سے اور نہ غیبی حقائق سے! لیکن یہ جواب بہت ناقص، ناقابل تسلی اور غیر اطمینان بخش ہے، اس جواب سے فطرت انسانی کو اطمینان تو کیا ہوتا، بے شمار سوالات اور سر ابھارنے لگتے ہیں۔

اس سوال کا ایک جواب وہ ہے جو خود خالق کائنات نے دیا ہے، خالق کائنات کے فرستادہ رسولوں نے اسے سمجھایا ہے، یہی جواب عین حق ہے، اسی سے انسانی فطرت تسلی اور سکون پاتی ہے، اس جواب کے بعد کوئی سوال باقی نہیں رہتا بلکہ جہد وعمل اور سعی وکاوش کا صحیح رخ متعین ہو جاتا ہے اور اس پر چلنے کا حوصلہ بھی بیدار ہو جاتا ہے۔

اس سوال کے لئے جب ہم قرآن وحدیث کی جانب رجوع کرتے ہیں، تو معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سارے نظام کا آغاز عالم غیب میں ہے، وہیں احکام صادر ہوتے ہیں، وہیں انتظام مرتب ہوتا ہے اور وہیں سے وقت وقت پر ان انتظامات کا نزول ہوتا ہے اور ان سارے انتظامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک برگزیدہ مخلوق یعنی فرشتوں کو مقرر کر رکھا ہے، جو منشاء الٰہی سے ایک سر مو انحراف نہیں کرتے: "لایعصون اللہ ما امرھم ویفعلون مایؤمرون"۔

آیت کریمہ بتا رہی ہے کہ زمین میں جو کچھ ہو رہا ہے، اس کا تعلق صرف یہیں سے نہیں ہے، بلکہ فرشتوں کی ایک برگزیدہ جماعت ہے، جو عرش الٰہی کو تھامے ہوئے ہے اور بہت سے فرشتے اس کے اردگرد مصروف طواف ہیں، یہ سب اللہ کی حمد وثناء کے ساتھ زمینی مخلوقات پر نگاہ جمائے ہوئے ہیں اور ان میں جو صاحب ایمان ہیں، ان کے لئے مسلسل استغفار، دعائے رحمت اور دفع بلا کی درخواست کرتے رہتے ہیں، ظاہر ہے کہ فرشتے وہی کرتے ہیں، جس کا انہیں حکم ہوتا ہے، پس یہ سب کچھ وہ حکم خداوندی سے کرتے ہیں، ان کی دعاؤں کا اثر زمین پر اترتا رہتا ہے۔

ایسے ہی جو لوگ سرکش اور باغی ہوتے ہیں، ان پر فرشتوں کی لعنت آتی ہے، فرماتے ہیں: "إن الذین کفروا وماتوا وھم کفار اولئک علیھم لعنة اللہ والملائکة والناس اجمعین" (سورہ بقرہ:۱۶۱) جو لوگ کافر ہوئے اور کفر پر ہی مر گئے، ان پر لعنت اللہ کی ہے، فرشتوں کی اور لوگوں کی، سب کی۔

معلوم ہوا کہ زمین پر جو کچھ ہو رہا ہے، اس کا سرا آسمان سے جڑا ہوا ہے، زمین تو ظہور کی جگہ ہے، ورنہ حقائق وہاں ہیں، جہاں انسان کی نگاہ نہیں پہنچ پاتی، چنانچہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں: "وفی السماء رزقکم وماتوعدون" (سورۃ الذاریات:۲۲) اور آسمان میں تمہاری روزی ہے اور جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے، اس آیت میں مجاز نہیں ہے، حقیقت ہے، وہ یہ کہ روزی عالم غیب میں ہے، وہیں سے تدبیر اور انتظام سے اترتی رہتی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ جب کسی امر کا فیصلہ کرتے ہیں تو عرش کو تھامنے والے فرشتے اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں، پھر اس آسمان والے فرشتے، جو ان سے متصل ہیں، تسبیح پڑھتے ہیں، یہاں تک کہ تسبیح آسمان دنیا کے فرشتوں تک آ پہنچتی ہے اور پوری آسمانی دنیا تسبیح وتہلیل میں مشغول ہو جاتی ہے، پھر حاملین عرش سے ان کے قریب ترین دریافت کرتے ہیں کہ پروردگار کا کیا حکم ہے؟ تب وہ انہیں بتاتے ہیں اور اسی طرح آسمان والے فرشتے ایک دوسرے سے معلوم کرتے ہیں۔ (ترمذی شریف:۲/۱۵۴)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ حق تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت فرماتے ہیں، تو جبرئیل کو بلاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ فلاں بندے سے محبت رکھتا ہوں، تم بھی اس سے محبت کرو، پس تمام آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر اس کی مقبولیت زمین پر اترتی ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو ناپسند کرتے ہیں، تو جبرئیل کو بلاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں فلاں سے نفرت کرتا ہوں، تم بھی اس سے نفرت کرو، پس وہ لوگ بھی اس سے متنفر ہو جاتے ہیں، پھر یہ نفرت اور یہ بغض زمین پر اترتا ہے۔ (مسلم شریف، کتاب البر، باب اذا احب اللہ عبدہ)

ایک حدیث اور ملاحظہ ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ ہر روز جب صبح ہوتی ہے، تو دو فرشتے اترتے ہیں، ایک کہتا ہے: "اللھم اعط منفقا خلفا" اے اللہ دینے والے کو عوض عطا فرمائے اور دوسرا کہتا: "اللھم اعط ممسکا تلفا" اے اللہ بخیل کے مال میں بربادی ڈال دیجئے۔ (بخاری شریف، الزکاۃ باب قول اللہ تعالیٰ ما من)

قرآن کی آیت کریمہ اور ان تمام حدیثوں سے یہ بات وضاحت سے سمجھ میں آتی ہے، کہ عالم میں جو کچھ ہو رہا ہے، اس کا ابتدائی سرا یہاں نہیں، عالم غیب میں ہے، جس طرح برقی قمقمے جلتے کہیں ہیں اور بجلی آتی کہیں اور سے ہے، اگر قمقمہ بجھ جائے تو اس پر کوئی توجہ نہیں کرتا، بجلی کی جانب رخ کیا جاتا ہے، اسی مثال سے سمجھئے کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے، یہ ایک وجود سر ہے، اسے ظاہر کرنے والا کوئی اور ہے اور اس کا مرکز ظہور کہیں اور ہے۔

یہاں سے اہل دنیا اور اہل ایمان الگ الگ ہوتے ہیں، اہل دنیا صرف ظاہر کو دیکھتے ہیں اور اسی میں الجھے رہتے ہیں، حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: "یعملون ظاھرا من الحیوۃ الدنیا وھم عن الآخرۃ ھم غافلون" (سورۃ الروم:۷) یہ لوگ دنیاوی زندگی کے صرف ظاہر کو دیکھتے ہیں اور آخرت سے یکسر غافل ہیں، یعنی یہ لوگ دنیا کو، اس کے کمانے کے طریقوں کو، اس کے حالات کو تو خوب جانتے ہیں اور اس سلسلے میں مہارت رکھتے ہیں، لیکن دین کے معاملے میں اور آخرت میں کیا چیز نافع ہے، اس سے بالکلیہ جاہل اور مغفل ہیں، نہ انہیں اس کی ذہانت حاصل ہے اور نہ کچھ فکر ہے۔

لیکن ایمان والوں کا حال یہ نہیں ہے، وہ اس دنیا کے حجابات ظواہر سے گزر کر عالم غیب پر نگاہ جماتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں، وہ دنیا کے ضرر کو اور یہاں کے نقصان کو سمجھتے ہیں، لیکن ساتھ ہی یہ بھی دیکھتے ہیں کہ آخرت میں اس کا عوض بہت بڑے نفع کی شکل میں ملنے والا ہے، تو وہ چھوٹے نقصان کو بڑے نفع کے یقین پر بآسانی گوارا کر لیتے ہیں، اسی طرح وہ دنیا کے مصائب، تکالیف، دنیا والوں کے ظلم وستم کو رکھتے ہیں، قحط سالی، بے روزگاری، کاروبار میں گھاٹا، روزی کی تنگی اور طرح طرح کے امراض سب دیکھتے ہیں، مگر یہ جانتے ہیں کہ ان سب کے نزول کا سرچشمہ کہیں اور ہے، پھر کرنے کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اپنا ایمان تازہ کرتے ہیں، اپنے اعمال واخلاق کا جائزہ لیتے ہیں، نامناسب چیزیں اپنے سے دور کرتے ہیں، بدن پر مکھی بار بار بیٹھتی ہے، تو عقل مند مکھی کو الزام نہیں دیتا، وہ دیکھتا ہے کہ جہاں مکھی بیٹھ رہی ہے، وہاں کوئی گندگی تو نہیں ہے، پھر اسے گندگی نظر آجاتی ہے، تو اسے صاف کر دیتا ہے اور مکھی اڑ جاتی ہے، اسی طرح مؤمن کسی نامناسب چیز کی یلغار دیکھتا ہے، تو اس الجھن میں نہیں پڑتا کہ یہ نامناسب کیا ہے، اسے الزام نہیں دیتا، وہ اس چیز کو دیکھتا ہے، جس پر یہ نامناسب چیز ٹوٹی پڑ رہی ہے، پھر وہ اسے دور کرتا ہے، توبہ کرتا ہے، معافی چاہتا ہے، اپنے احوال کو بدل لیتا ہے، پھر اس نامناسب چیز سے نجات بھی پالیتا ہے، اور جتنا جھیل چکا ہے، اس پر بے اندازہ اجر وثواب کا مستحق ہو جاتا ہے۔

دنیا والوں اور اہل ایمان کے نظریے اور عمل میں کتنا فرق ہے؟ اس پر غور کیجئے، ظاہر کو پکڑ کر اس کی الجھن میں گرفتار ہونا سرے سے غلط، بلکہ حماقت ہے، ایسے لوگوں سے زیادہ سمجھدار تو وہ کتا ہے، جسے لاٹھی یا پتھر سے مارا گیا، وہ دیکھ رہا ہے کہ بدن پر چوٹ لاٹھی سے یا پتھر سے لگی ہے، لیکن جذبۂ انتقام میں نہ وہ لاٹھی پر حملہ کرتا ہے اور نہ پتھر کو کاٹتا، وہ لاٹھی مارنے والے کی طرف دوڑتا ہے، یا اس سے بھاگتا ہے، ظاہری مصائب کی الجھن میں گرفتار ہونا اور اس کی تحقیقات میں مبتلا ہونا محض لغو ہے، یہ طریقہ کفار کا ہے اور اہل دنیا کا ہے۔

اہل ایمان ایسے نہیں ہوتے، ان کی سوچ، ان کا عقیدہ، ان کا عمل دنیا سے بلند اور بہت بلند ہوتا ہے، مؤمن دیکھتا ہے کہ عالم غیب میں ایک مکمل انتظام ہے، حکم الٰہی فرشتوں پر اترتا ہے، پھر اللہ کی یہ فوج اس حکم کی تعمیل ونفاذ میں اپنی اپنی استعداد کے مطابق لگ جاتی ہے، کوئی دعاء استغفار کرتا ہے، کوئی مجرموں پر لعنت کرتا ہے، کوئی اس کی خبر آسمانوں کو پہونچاتا ہے، کوئی اسے زمین پر لے کر آتا ہے۔

مؤمن قرآن وحدیث کی خبر کے مطابق اپنے دید ومشاہدہ سے بڑھ کر اس حقیقت کا یقین کرتا ہے، پھر وہ مصائب کی بوچھار میں صبر ورضا کے ساتھ حق تعالیٰ کی جناب میں تضرع وزاری کرتا ہے اور استغفار اور اصلاح اعمال میں لگ جاتا ہے، یہاں تک کہ مصائب کی یہ بدلیاں چھٹ جاتی ہیں اور اس کا دل توبہ واستغفار کے آب زلال سے غسل کر کے تازہ دم اور طاقت ور ہو جاتا ہے، پھر وہ دم بدم نعمتوں کا مشاہدہ کرتا ہے اور اس کے قلب وزبان سے حمد وشکر کے زمزمے بلند ہوتے ہیں، جب تک حمد وشکر میں وہ اور اس کے اخلاف مشغول رہتے ہیں، نعمتوں کا سلسلہ رکتا نہیں بڑھتا اور پھیلتا رہتا ہے: "لئن شکرتم لأزیدنکم" (سورہ ابراہیم:۷) اگر تم شکر ادا کرو گے تو ہم بڑھاتے رہیں گے اور اس سے پہلے وہ صبر کر کے اجر بے حساب حاصل کر چکا ہے: "إنما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب" (سورۃ الزمر:۱۰) صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بغیر حساب کے پورا پورا ادا کیا جاتا ہے۔

غرض مؤمن کی سوچ الگ ہے اور اس کی بنیاد پر اس کا عمل اور اس کے دل کا حال الگ ہے، خدانہ کرے کوئی مؤمن، اہل دنیا کے طرز پر سوچنے لگے پھر الجھنوں کا کوئی علاج نہیں ہوگا، ظاہری دنیا میں الجھنیں ہی الجھنیں ہیں، مسائل ہی مسائل ہیں، مال ہے تو اس کی حفاظت اور اس میں اضافہ کی فکر ایک دردسر ہے، مال نہیں ہے، تو غربت وافلاس کی بے بسی ہے، پھر عزت وذلت کا مسئلہ ہے، صحت ومرض کی الجھن ہے، دوست ودشمن کا چکر ہے، اللہ ہی جانتا ہے، کیا کیا مسائل ہیں، مگر مؤمن ان ساری الجھنوں اور فکروں کو سمیٹ کر بلکہ ان سے قطع نظر کر کے ان کے سرچشمہ تک جا پہونچتا ہے، جو ایک ہی بارگاہ ہے، وہاں تمام الجھنیں اسے چھوڑ کر الگ ہو جاتی ہیں اور وہ خوش وخرم اور مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر خدانخواستہ وہ کافرانہ اور دنیا دارانہ طرز فکر میں مبتلا ہو کر ان الجھنوں میں ہی تہ وبالا ہوتا رہا، تو اس کی زندگی اور اس کا قلب بلکہ اس کا پورا وجود ہی نہیں بلکہ اس طرز کا پورا معاشرہ کھچورے کے ہزار پاؤں میں پھنسا اضطراب میں لوٹتے لوٹتے، دم توڑ دیتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ان کا روئے سخن خاص طور پر علماء کی طرف ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے اپنی تمام فکریں سمیٹ کر ایک فکر بنائی یعنی آخرت کی، تو اللہ اس کی دنیا کے لئے کافی ہوتے ہیں اور جس کے تفکرات نے دنیا کے احوال میں اسے منتشر رکھا، تو اللہ کو کوئی پرواہ نہیں کہ وہ کس کھڈ میں گر کر ہلاک ہوتا ہے۔

یہ علماء کی ذمہ داری ہے کہ وہ اہل ایمان کو دنیا کی حقیقت سے آگاہ کر کے، ان کی سوچ اور فکر کو اللہ کی طرف، عالم غیب کی طرف اور آخرت کی طرف موڑ دیں تاکہ قلب کو دنیاوی آہ وواویلا سے پناہ ملے، ورنہ نہ جانے ایمان رکھنے والے یہ بندے دوسروں کو دیکھ دیکھ کر کن کن وادیوں میں بھٹکتے پھریں گے۔

Scanned with CamScanner

# جو لکھا پڑھا تھا نیاز تے ............

## اداریہ انڈین ایکسپریس یکم ستمبر 2021 ترجمہ: محمد عادل فریدی

کووڈ۔۱۹ کی وباء کی وجہ سے تقریباً ڈیڑھ سال سے زیادہ عرصہ تک بند رہنے کے بعد اب ملک کے اکثر صوبوں میں اسکول کھلنے لگے ہیں۔ حکومت کی رپورٹ کے مطابق وباء کے اثرات میں بھی کمی آئی ہے اور ٹیکا کاری بھی بہت حد تک مکمل ہو چکی ہے۔ اس اقدام کا خیر مقدم کیا جانا چاہئے، کیوں کہ مارچ ۲۰۲۰ء کے بعد سے اسکول بند تھے اور تعلیمی اداروں کے در و دیوار پڑھنے والوں کی راہ تک رہے تھے۔ کووڈ۔۱۹ کی وبا نے طلبہ اور اساتذہ دونوں کو شدید بحران میں ڈال دیا ہے۔ مرکزی حکومت کی تنگ نگاہی نے معلمین کو فرنٹ لائن ورکرز میں شامل نہیں ہونے دیا کہ ان پر ترجیحی بنیاد پر توجہ دی جاتی اور جس طرح اسپتالوں اور دیگر سرکاری شعبوں کے ملازمین کو فرنٹ لائن ورکرز مان کر ترجیحی بنیاد پر ٹیکے لگائے گئے تاکہ وہ اپنے اپنے کاموں پر جلد لوٹ سکیں۔ یہ کام اساتذہ اور معلمین کے ساتھ نہیں کیا گیا، حالانکہ حکومت کو چاہئے تھا کہ وہ تعلیم کو بھی اپنی ترجیحات میں شامل کرتی، حکومت کی یہ بے توجہی اور لاپرواہی ہی اسکولوں کے اتنے لمبے عرصے تک بند رہنے کا سبب بنی، جس کے نتیجے میں پڑھنے والوں اور پڑھانے والوں دونوں کا ناقابل تلافی نقصان ہوا ہے۔ جب تک ہنگامی حالات کا سامنا نہیں ہوا جیسے بورڈ کے امتحانات کے انعقاد کا سوال، حکومتوں نے تعلیمی تباہی پر بہت کم توجہ دی ہے۔ ایک پارلیمانی اسٹینڈنگ کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق "بھارت میں تقریباً ۳۲۰ ملین بچوں نے ایک سال سے زیادہ عرصے سے کلاس روم میں قدم نہیں رکھا ہے۔ اس کا سب سے بڑا خمیازہ ان ہزاروں لاکھوں بچوں کو بھگتنا پڑا جن کے پاس ڈیجیٹل کلاس روم میں داخل ہونے کی کوئی سہولت نہیں ہے۔ لیکن جن کی رسائی آن لائن کلاسوں تک تھی ان کے لیے بھی یکطرفہ ڈیجیٹل لرننگ جسمانی کلاس روم کا مکمل متبادل نہیں ہو سکا۔ اور تعلیم و تعلم کا وہ ماحول پیدا نہیں ہو سکا جو کلاس روم کی تعلیم میں ہو سکتا ہے۔

اساتذہ اور ماہرین تعلیم کو خدشہ ہے کہ آن لائن اور آف لائن طریقۂ تعلیم کے اس تعلیمی و تربیتی فرق کے نتائج، تشویش کا باعث بن سکتے ہیں۔ اسی سال جنوری میں عظیم پریم جی یونیورسٹی کے ایک ریسرچ گروپ کی جانب سے پانچ ریاستوں میں کی گئی ایک تحقیق میں نہ صرف تعلیم اور خواندگی کے نقصان کا ثبوت ملا، بلکہ بچوں کی صلاحیتوں میں بھی تشویشناک کمزوری پائی گئی۔ تمام کلاسوں میں مجموعی طور پر پچھلے سال کے مقابلے میں بانوے فیصد طلبہ و طالبات نے ایک مخصوص زبان کی صلاحیت اور ۸۲ فیصد بچوں نے ریاضی کے کم از کم ایک حصہ کی صلاحیت کھو دی تھی۔ اسکولوں سے غائب رکھنے کا نقصان صرف بچوں کے سیکھنے اور خواندگی کی صلاحیت پر ہی نہیں پڑتا۔ بسا اوقات اس کا جذباتی نقصان بھی ہوتا ہے، بچے اپنے دوستوں کو کھو دیتے ہیں، ان کی سماجی و معاشرتی صلاحیتوں اور مہارتوں میں کمی آتی ہے۔ گرما گرم پکے پکائے مڈ ڈے میل سے محرومی کی وجہ سے بہت سے غریب بچوں کو نقص تغذیہ کا بھی سامنا کرنا پڑا ہے۔ انتہائی کمزور اور پسماندہ لوگوں کے لیے وبا کا مطلب تعلیم کا خاتمہ، چھوٹی بچیوں کو شادی کرنے پر مجبور ہونا اور چھوٹے چھوٹے بچوں اور بچیوں کا اطفال مزدوری کے دلدل میں پھنس جانا ہے۔

کئی ریاستوں میں اسکول کھل گئے ہیں، کئی کھولنے کی تیاری میں ہیں، تشنگان علم کے قدم پھر درس گاہوں کی طرف بڑھنے لگے ہیں۔ لیکن انہیں اسکولوں میں واپسی کے ساتھ کئی چیلنجوں اور مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑے گا۔ یہ مسئلہ صرف سوشل ڈسٹینسنگ کے پروٹوکول کی پابندی کرنے کا نہیں بلکہ ڈیڑھ سال سے زیادہ عرصے سے کلاس روم سے دور رہنے کی وجہ سے جو علمی، ذہنی اور نفسیاتی خلا پیدا ہوا اس کو پُر کرنا اساتذہ اور طلبہ کے لیے سب سے بڑا چیلنج ہے۔

جو بچے اس درمیان تعلیم سے محروم رہے ہیں، اور اب کلاس میں دوبارہ بٹھائے جا رہے ہیں ان کے اعداد و شمار اکٹھا کر کے، ان کے لیے کوئی برج کورس تیار کرنا ہوگا جو ان کی کھوئی ہوئی مہارت اور اعتماد کو بحال کرنے میں مدد کر سکے، اسکولوں کو اس راہ میں پیش آنے والے مسائل کے لازمی حل کے ساتھ تیار رہنا چاہیے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ آنے والی نسل کو مستقل تعلیمی نقصان سے محفوظ رکھا جائے تو پرائمری اسکول کے بچوں کو جسمانی کلاس روم میں فوری طور پر واپس لانا بہت ضروری ہے۔ اور اس درمیان ان کا جو علمی و نفسیاتی نقصان ہوا ہے اس کی بھرپائی بھی ضروری ہے۔

حکومتوں کو اپنی طرف سے لازمی طور پر اس کا تکنیکی حل تلاش کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، ساتھ ہی اسکولوں کو بھی اجازت اور آزادی دینی چاہئے کہ وہ اپنے اپنے علاقے میں کووڈ۔۱۹ کی صورت حال کے مطابق اپنے نظام کو ڈھال سکیں اور بچوں کے تعلیمی نقصان کو پورا کرنے کے لیے موثر کورس ڈیزائن کرنے کے لیے قابل ذکر پیش قدمی کر سکیں۔

# سچ چھاپا تو پڑے گا چھاپا

## رویش کمار، ترجمہ: محمد عادل فریدی

اگر آپ سرکار سے سوال کرنا چاہتے ہیں، اسکی پالیسیوں پر تنقید کرنا چاہتے ہیں تو پہلے ایک کام کیجئے، انکم ٹیکس ڈپارٹمنٹ اور ای ڈی کے افسروں سے پوچھ لیجئے کہ کتنا تک لکھیں گے تو چھاپا پڑے گا اور کتنا تک نہ لکھیں تو چھاپا نہیں پڑے گا۔ ابھی تک انتخابات کے وقت حزب مخالف کے لیڈروں اور ان سے جڑے لوگوں کے یہاں چھاپے ماری ہونے لگ جاتی تھی، لیکن اب خبر چھاپنے اور دکھانے پر بھی چھاپے ماری ہونے لگی ہے۔ بھاسکر گروپ کے گجراتی اخبار دویہ بھاسکر نے جب کورونا کی دوسری لہر میں مرنے والوں کے سرکاری اعداد و شمار کے مقابلے میں نئے دستاویز پیش کیے تو نیویارک ٹائمز سے لے کر کئی بین الاقوامی میڈیا نے بھاسکر کی طرف دیکھا، تحقیق کاروں کے بھاسکر کے استعمال کیے گئے اعداد و شمار کی بنیاد پر بھارت میں مرنے والوں کی تعداد کا تخمینہ لگایا، بتایا کہ جو تعداد بتائی جا رہی ہے، اس سے کئی گنا لوگوں کی موت ہوئی ہے۔ کیا ایسا کرنے کی قیمت یہ ہوگی اخبار پر انکم ٹیکس اور ای ڈی کا چھاپا پڑے گا؟ گودی میڈیا کے دور میں قارئین اور صحافت پر نظر رکھنے والے بھی حیران تھے کہ دوسری لہر کے وقت بھاسکر کو کیا ہوا ہے، اتنا کیسے لکھ رہا ہے، یہاں یہ ذکر کرنا ضروری ہوگا کہ بھاسکر کے ساتھ گجرات کے اخبار گجرات سماچار، سندیش، سوراشٹر سماچار، کچھ سماچار جیسے اخبار بھی کھل کر رپورٹنگ کر رہے تھے۔ پیگاسس جاسوسی معاملہ کی خبر پہلے دن کئی ہندی اخباروں سے ندارد تھی لیکن بھاسکر کے پہلے صفحے پر پوری تفصیل سے موجود تھی۔ دوسری لہر کے موقع پر بھاسکر نے کئی بار سخت سرخیاں لگائیں، سورت کے رکن پارلیامنٹ سی آر پاٹل نے کہا کہ ان کے پاس ریمیڈیسور ہے اور اس وقت لوگ اس دوا کو حاصل کرنے کے لیے بے چین تھے، تب بھاسکر نے اس ایم پی کا نمبر ہی شائع کر دیا، اس طرح کے جرأت مندانہ تجربات بھاسکر نے خوب کیے جو کہ اس دوران یا کبھی بھی ہر میڈیا کو کرنا چاہئے تھا۔

اس طرح کی رپورٹنگ سے لوگ یہ بھی کہنے لگے تھے کہ جلد ہی بھاسکر کے آفسوں پر چھاپے پڑیں گے، اور چھاپے پڑ بھی گئے۔ ایک دلیل یہ دی جاتی ہے کہ کالے کارنامے ہوں گے تو چھاپے تو پڑیں گے ہی۔ سوال یہ ہے کہ یہ چھاپے تبھی کیوں پڑتے ہیں جب کوئی میڈیا ہاؤس سوال کرنے لگتا ہے، سرکار کے جھوٹ کو چیلنج کرنے لگتا ہے۔ کیا اسی دلیل سے یہ مان لیا جائے کہ گودی میڈیا اس ڈر سے بنا کیوں کہ اس کے اپنے کالے کارنامے ہیں اور ان پر بھی چھاپے پڑ سکتے ہیں۔ جب رافیل جہاز کے سودے میں بد عنوانی کی خبر چھپتی ہے تب تو سرکار جانچ نہیں کرتی، جب پی ایم کیئرس کے وینٹی لیٹر خراب ہونے کو لے کر ڈاکٹرس سوال اٹھاتے ہیں تب تو میڈیا جانچ نہیں کرتی، اور نہ کوئی ایجنسی اپنا کام کرتی ہے۔ جب صحافیوں کی جاسوسی ہوتی ہے تب تو سرکار جانچ نہیں کرتی، جب سرکار خود بدعنوانی کے معاملوں کا سیاسی استعمال کرتی ہے تب تو جانچ ایجنسیاں اپنا کام نہیں کرتیں، یہ جانچ ایجنسیاں تبھی کیوں کام کرتی ہیں جب کوئی اخبار یا چینل تھوڑا سا کام کرنے لگتا ہے اور سچ چھاپنے یا دکھانے لگتا ہے؟

۲۱ر جولائی کو نیوز لانڈری ویب سائٹ پر آر ٹی آئی کی بنیاد پر ایک رپورٹ چھپی ہے، اس رپورٹ میں لکھا ہے کہ یوپی سرکار نے اپریل ۲۰۲۰ء سے مارچ ۲۰۲۱ء تک نیوز چینلوں کو ۱۶۰ کروڑ سے زیادہ کا اشتہار دیا، اس فہرست میں صرف وہی چینل ہیں جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ سرکار سے سوال نہیں کرتے ہیں۔ اگر سرکار صحافت کی حمایت کر رہی ہوتی تو اسے بھی اشتہار دیتی جو اس سے سوال کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ سرکار کی ترجیح صحافت کی حوصلہ افزائی نہیں ہے بلکہ اشتہار کے ڈنڈے سے صحافت کی زبان بند کرنی ہے۔ کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ حزب مخالف کے ممبران اسمبلی کو توڑنے کے لیے ایجنسیوں کا استعمال کیا گیا؟ مکل رائے کی مثال سب کے سامنے ہے، پہلے ان پر گھوٹالے کا الزام لگایا گیا، پھر بی جے پی میں لا کر نائب صدر بنا دیا گیا، اس لیے کارناموں کو پکڑنے کا یہ طریقہ کارناموں سے زیادہ آوازد بانے کا لگتا ہے۔ جس وقت سرکار صحافیوں اور حزب اختلاف کے لیڈروں کے فون کی جاسوسی کے الزام میں گھری ہو، اسی وقت یہ چھاپے بتا رہے ہیں کہ وہ اس سمت میں کتنا آگے بڑھ چکی ہے۔

چھاپوں اور مقدموں سے کسی کو بھی مجرم ثابت کر دینا مشکل کام نہیں ہے، جب اس ملک میں کسی ڈاکٹر پر غیر قانونی طریقہ پر این ایس اے لگ سکتا ہے، صرف اتنا لکھ دینے پر کہ کورونا کا علاج گومتر میں نہیں ہے، این ایس اے لگا کر دو مہینے جیل میں بند کیا جا سکتا ہے تو کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ سرکار ہر چھاپے کو صحیح قرار دے سکتی ہے اور اس کے ہر قول کا جواز فراہم کرنے کے لیے گودی میڈیا تو تیار بیٹھی ہی ہے۔

۲۱ر اکتوبر ۲۰۱۹ء کی صبح آسٹریلیا کے کئی اخباروں کا پہلا صفحہ اس طرح چھپا تھا جیسے لکھی ہوئی خبروں پر سیاہی انڈیل دی گئی ہو، ایک کونے میں ایک لال رنگ کی مہر لگی تھی جس پر 'سکریٹ' لکھا تھا اور کنارے پر لکھا تھا ناٹ فار ریلیز، اس کے ذریعہ اخباروں نے بتایا کہ ہر اخبار کا ایک دوسرے سے مقابلہ ہے، لیکن انہوں نے یہ قدم آسٹریلیا کے لوگوں کے حق معلومات کے تحفظ کے لیے اٹھایا ہے۔ کسی بھی ملک میں میڈیا کا آزاد ہونا بہت ضروری ہے، ورنہ اقتدار میں بیٹھے لوگ سنکی ہو جاتے ہیں۔ غیر ملکی کمپنیوں کے ساتھ لینڈ ڈیل ہو رہی ہے، عوام کی جاسوسی ہو رہی ہے، لیکن جب رپورٹر اس کی خبریں لکھتا ہے تو اس پر چھاپے پڑتے ہیں، گرفتاریاں ہوتی ہیں اور مقدموں میں گھسیٹ کر اس کے کیریئر کو برباد کر دیا جاتا ہے۔ آسٹریلیا کے اخباروں کا کہنا ہے کہ اگر فری پریس نہیں ہوتا تو بینک میں ہوئے گھوٹالے اور بزرگوں کے کیئر سیکٹر میں ہو رہی دھاندلیوں کی خبر باہر ہی نہیں آ پاتی۔

اجیت انجم، عارفہ خانم شیروانی، ونیل تریویدی، رانا ایوب، روہنی سنگھ، اودھیش اکودیا، ابھیسار شرما، محمد زبیر، شائے میرا سنگھ، پونیہ پرسون واجپئی، سوپریا شرما جیسے کئی صحافیوں نے بھاسکر گروپ کے دفاتر پر ہونے والے چھاپوں کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ ان چھاپوں کے خلاف کھڑے ہونے کا وقت ہے۔ ممکن ہے ان چھاپوں کو صحیح ٹھہرانے کے لیے وہاٹس ایپ یونیورسٹی والے رشتے دار پچاس باتیں پھیلا چکے ہوں، لیکن آپ خود سے ایک سوال پوچھئے کہ آپ کے جاننے والوں میں جو آکسیجن کی کمی سے مر گئے، کیا انہوں نے مرنے کا ناٹک کیا تھا تاکہ دوسرے ملکوں میں سرکار بدنام ہو جائے؟ کیا اس کی رپورٹنگ کی اس طرح قیمت چکانی پڑے گی؟ اگر آپ مجموعی طور پر دیکھیں تو آج بھارت میں صحافت کی حالت پہلے سے کہیں زیادہ بدتر ہوئی ہے اور پریس کی آزادی کے معاملہ میں بھارت کا رینک لگاتار گرتا جا رہا ہے۔

Scanned with CamScanner

## اخبار جہاں

محمد عادل فریدی

### افغانستان میں جلد ہی نئی حکومت کی تشکیل

طالبان کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد نے کہا ہے کہ افغانستان میں جلد ہی نئی حکومت تشکیل دی جائے گی، انہوں نے یہ بھی کہا کہ فی الحال حکومت میں کسی خاتون وزیر کو شامل نہیں کیا جائے گا۔ طالبان کے ترجمان مجاہد نے اٹلی کے لاری پبلک اخبار سے کہا کہ ہم جلد ہی قومی اتحاد کی نئی حکومت تشکیل دیں گے، ہم پچھلی وزارتوں کی تعداد سے صرف آدھی تعداد کے ساتھ حکومت بنانا چاہتے ہیں۔ (یو این آئی)

### ہندوستانی بحریہ نے دو موبائل آکسیجن پلانٹس بنگلہ دیش کو دیے

انڈین نیول پٹرول شپ آئی این ایس ساوتری نے کووڈ-19 وبائی مرض سے نمٹنے کے لیے حکومت بنگلہ دیش کو دو موبائل آکسیجن پلانٹس (ایم او پی) فراہم کیے ہیں۔ بنگلہ دیش میں ہندوستانی ہائی کمیشن نے ایک بیان میں کہا کہ آئی این ایس ساوتری جمعرات کو بنگلہ دیش میں چٹوگرام بندرگاہ پہنچی اور ایم او پیز حوالے کیا۔ (یو این آئی)

### نائجیریا میں اسکول سے ۷۳ طلبہ کا اغوا

نائجیریا کے صوبہ زمفارا کے ایک اسکول سے ۷۳ طلبہ اغوا کر لیے گئے جن کی بازیابی کے لیے آپریشن شروع کر دیا گیا ہے۔ بتایا گیا ہے کہ صوبے کے تمام اسکول تا حکم ثانی بند کر دیے گئے ہیں۔ واضح رہے کہ ملک کے شمالی حصوں میں گزشتہ دسمبر سے اب تک ہزاروں طلبہ کو اغوا کیا جا چکا ہے، جبکہ حملوں میں اضافے کے پیش نظر بعض صوبوں میں موٹر سائیکل سواری پر بھی پابندی ہے۔ (یو این آئی)

### بحرین نے ہندوستان سمیت چار ممالک کو ریڈ لسٹ سے باہر کیا

بحرین نے عالمی وبا کورونا وائرس کے سبب سفر پر عائد کی سمت میں پہل کرتے ہوئے ہندوستان سمیت چار ممالک کو ریڈ لسٹ سے باہر کر دیا ہے، جس کے بعد ان ممالک کے شہری با آسانی خلیجی ریاست کا سفر کر سکیں گے۔ عرب میڈیا کے مطابق خلیجی ریاست بحرین کی جانب سے کرونا وائرس کا پھیلاؤ روکنے کے لیے متعدد ممالک پر سفری پابندیاں عائد کی گئی تھیں جن میں ہندوستان بھی شامل ہے۔ (یو این آئی)

### سعودی حکومت کا ملازمین کیلئے اہم اعلان

سعودی وزارت برائے افرادی قوت نے ورکر کی جانب سے پوچھے گئے سوال کے جواب میں کہا ہے کہ قریب ترین رشتہ داروں کی وفات پر ۵ روز کی چھٹی بمعہ تنخواہ ملازمین کا حق ہے۔ عرب میڈیا کی رپورٹ کے مطابق وزارت نے وضاحت کی ہے کہ کمپنیوں اور اداروں کے ملازمین کے لیے بیوی، ماں باپ جیسے قریب ترین رشتہ داروں کی وفات پر ۵ روز کی چھٹی بمعہ تنخواہ ان کا حق ہے، رپورٹ میں بتایا گیا کہ سعودی عرب میں کام کرنے والے ایک شہری نے وزارت افرادی قوت سے دریافت کیا تھا کہ کیا بھائی یا بہن کی وفات پر ملازم کو چھٹی ملے گی؟ (یو این آئی)

### افغانستان میں غذائی بحران کا اندیشہ: اقوام متحدہ

اقوام متحدہ نے خبردار کرتے ہوئے کہا ہے کہ آئندہ چند دنوں میں افغانستان میں غذائی بحران پیدا ہو سکتا ہے۔ انسانیت کے تناظر میں افغانستان میں زمینی صورتحال انتہائی خراب ہے اور ملک میں موجود آدھے سے زیادہ بچوں کو پہلے ہی کھانے کے حصول میں مشکلات کا سامنا ہے۔ افغانستان کے لیے اقوام متحدہ کے معاون برائے انسانی حقوق رمیز الاکبار و کا کہنا تھا کہ افغانستان کے لیے عالمی امداد پہلے ہی بند کی جا چکی ہے، جس کی وجہ سے نہ صرف حکومتی اداروں کو مشکلات کا سامنا ہے بلکہ سرکاری ملازمین بھی تنخواہوں سے بھی محروم ہیں۔ (نیوز ایکسپریس)

### طوفان آئڈا کی تباہ کاری، نیویارک میں نصف درجن سے زائد ہلاک

سمندری طوفان آئڈا نے نیویارک سٹی اور نیوجرسی میں معمولات زندگی معطل کر دیے ہیں۔ اس قدرتی آفت کی وجہ سے شہری نظام کے درہم برہم ہونے کے علاوہ کم از کم نو افراد ہلاک بھی ہوئے ہیں۔ بحراوقیانوس سے اٹھنے والے کیٹگری چار کے شدید سمندری طوفان آئڈا نے پہلے امریکی ریاست لوزیانا کے شہر نیو اورلینز میں بجلی کے نظام کو اکھاڑ پھینکا اور اب اس نے نیویارک سٹی اور نیوجرسی میں قیامت مچا دی ہے۔ اس وقت قدرے کمزور ہوتا یہ طوفان چھ ریاستوں پر مشتمل امریکی ریجن نیو انگلینڈ کی جانب بڑھ چکا ہے اور وہاں بھی اس کے ساتھ چلنے والی شدید بارشوں کا سلسلہ جاری ہے۔ آئڈا سمندری طوفان کی زد میں آنے والی ریاستوں میں لوزیانا کے علاوہ مسیسپی، الاباما اور فلوریڈا شامل ہیں۔ لوزیانا کے جنوبی حصے میں طوفان کی تباہ کاری کا تخمینہ لگایا جا رہا ہے۔ نیویارک سٹی اور نیوجرسی میں ہلاکتوں کی تعداد نو تک پہنچ گئی ہے۔ امریکہ کے اقتصادی مرکز کہلانے والے نیویارک سٹی میں سمندری طوفان سے گھبراجانی و مالی نقصان ہوا ہے۔ سیلابی ریلے پھیلنے سے ایک طرف انڈر گراؤنڈ سب ویز کا سسٹم معطل ہو کر رہ گیا ہے تو تیز رفتار بارشوں اور بگولوں سے کئی پروازیں بھی منسوخ کر دی گئی ہیں۔ محکمہ موسمیات نے زبردست سیلاب کی پیشین گوئی کی ہے، اس کے علاوہ نیو انگلینڈ کے باسیوں کو متنبہ کیا گیا ہے کہ وہ طوفانی بگولوں کے خطرے سے خبردار رہیں۔ اس کا بھی اندازہ لگایا گیا ہے کہ یہ سمندری طوفان میساچوسٹس کے بعض علاقوں کو اپنی گرفت میں لے سکتا ہے۔ (ڈوئچے ویلے)

### چین نے بچوں کے لیے آن لائن ویڈیو گیمنگ محدود کر دی

چین کی حکومت نے آن لائن گیمز سے متعلق نئے ضابطہ اخلاق کو مزید سخت کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ نئے اصول و ضوابط کے تحت اٹھارہ برس سے کم عمر کے بچوں کو ہفتے میں تین گھنٹے سے زیادہ آن لائن ویڈیو گیمز کھیلنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ دی نیشنل پریس اینڈ پبلیکیشن ایڈمنسٹریشن (این پی پی اے) نے ایک نئی نوٹیفکیشن میں کہا ہے کہ بچے جمعہ اور ہفتہ کی شام آٹھ بجے سے نو بجے کے درمیان گیم کھیل سکتے ہیں، ملک میں ویڈیو گیمز کے نگراں ادارے کی نئی ہدایات کے مطابق عام چھٹی کے دن بھی ایک وقت میں ایک گھنٹے سے زیادہ ویڈیو گیمز کھیلنے کی اجازت نہیں ہوگی، اب تک ۱۸ برس تک کے بچوں کو ایک دن میں ۹۰ منٹ تک ویڈیو گیمز کھیلنے کی اجازت تھی۔ (ڈوئچے ویلے)

## تعلیم و روزگار

### بھارتی ہوابازی صنعت کو 260 ارب روپے کے خسارے کا امکان

مارکیٹ اسٹڈی اور ایڈوائزری سروسز ایجنسی آئی سی آر اے نے اپنی ایک رپورٹ میں تخمینہ پیش کیا ہے کہ رواں مالی برس میں بھارتی ہوابازی صنعت کو 260 ارب روپے کا خسارہ ہونے کا امکان ہے اور مالی برس 2022-24 کے دوران اس کو 470 ارب روپے تک اضافی فنڈنگ کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ آئی سی آر اے نے اپنی رپورٹ میں یہ بھی کہا ہے کہ رواں مالی برس میں ہوابازی شعبے کے مسافروں کی تعداد میں 45 سے 50 فیصد تک اضافہ ہو سکتا ہے۔ مارچ 2022 کو ختم ہونے والے مالی برس میں بھارتی ایئر لائنز کے بین الاقوامی مسافروں کی تعداد میں 80-85 فیصد اضافہ ہو سکتا ہے۔ آئی سی آر اے نے کہا کہ طیارہ کے ایندھن کی قیمتوں میں اضافہ اور مسافروں کے کرائے پر کیپ کی حد مقرر کرنے سے ایئر لائنز کا منافع متاثر ہو سکتا ہے اور اس کے نتیجے میں انڈسٹری کو مزید خسارہ اٹھانا پڑ سکتا ہے۔ آئی سی آر اے کے نائب صدر اور جوائنٹ گروپ کے سربراہ کنجل شاہ نے کہا کہ کورونا وائرس کی دوسری لہر کے بعد سے ہوائی مسافروں کی تعداد بتدریج بڑھ رہی ہے اور مالی برس 2024 تک گھریلو ہوائی مسافروں کی تعداد کووڈ سے پہلے کی سطح تک پہنچنے کی توقع ہے۔ انہوں نے کہا کہ رواں مالی برس کے پہلے پانچ ماہ تک سالانہ بنیاد پر طیارہ کے ایندھن کی قیمتوں میں 71 فیصد اضافہ اور ہوائی کرائے کا تعین اس صنعت کے منافع کے سامنے ایک بڑا چیلنج ہے۔ موجودہ مالی برس میں ہوائی جہاز کے لیز چارجز کے ساتھ ان کی ادائیگی 1200 ارب روپے ہو سکتی ہے۔ اس کے پیش نظر، اس صنعت کو مالی برس 2022 سے مالی برس 2024 کے دوران 450 سے 470 ارب روپے کے اضافی سرمائے کی ضرورت ہوگی۔ (بحوالہ ای ٹی وی بھارت)

### اے آئی سی ٹی ای کی طرف سے معذور طلبہ کے لیے سالانہ اسکالرشپ کا اعلان

سال 2021-22 کے لیے اے آئی سی ٹی ای نے اسکالرشپ کا اعلان کیا ہے اور اہل طلبہ سے درخواستیں طلب کی ہیں۔ اس اسکالرشپ کا مقصد خاص طور پر قابل بچوں کو تکنیکی تعلیم حاصل کرنے کے لیے حوصلہ افزائی اور مدد فراہم کرنا ہے۔ امیدوار کو اے آئی سی ٹی ای سے منظور شدہ اداروں میں سے کسی ایک میں ڈگری لیول کورس کے پہلے سال یا دوسرے سال میں داخل ہونا لازمی ہے۔ منتخب ہونے والوں کو ہر سال مطالعہ کے لیے پچاس ہزار روپے سالانہ وظیفے کی رقم ادا کی جائے گی جو پہلے سال میں داخل ہونے والے طلبہ کے لیے زیادہ سے زیادہ چار سال اور دوسرے سال میں داخل ہونے والے طلبہ کے لیے زیادہ سے زیادہ تین سال تک دی جائے گی۔ چالیس فیصد سے کم معذوری کا حامل طالب علم بھی درخواست دے سکتا ہے، تمام ذرائع سے خاندانی آمدنی رواں مالی سال کے دوران سالانہ 8 لاکھ روپے سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے اور آن لائن درخواست میں ریاست یا مرکز کے زیر انتظام حکومت کی طرف سے جاری کردہ ایک درست آمدنی کا سرٹیفکیٹ ہونا ضروری ہے، اہلیت کی شرائط کو پورا کرنے والے امیدوار کو قومی اسکالرشپ پورٹل (این ایس پی) پر آن لائن درخواست دینے کی ضرورت ہے۔ دلچسپی رکھنے والے درخواست دہندگان کو 30 نومبر 2021 سے پہلے آفیشل ویب سائٹ پر اندراج کرنا ہوگا، اور انسٹی ٹیوٹ کی تصدیق کی آخری تاریخ 15 دسمبر 2021 ہوگی۔

### عوام پر مہنگائی کی مار! ایل پی جی سلینڈر کے داموں میں 25 روپے کا اضافہ

نئے مہینے کی شروعات کے ساتھ ہی عوام پر مہنگائی کی ایک اور مار پڑی ہے، کیونکہ ایل پی جی کے داموں میں اضافہ ہو گیا ہے۔ یکم ستمبر سے غیر سبسڈی والے گھریلو ایل پی جی سلینڈر کے داموں میں 25 روپے کا اضافہ کیا گیا ہے۔ اس اضافہ کے بعد اب دہلی میں 14.2 کلو والے ایل پی جی سلینڈر کے دام بڑھ کر 884.50 روپے ہو گئے ہیں۔ اس سے پہلے 18 اگست کو سلینڈر کے داموں میں 25 روپے کا اضافہ کیا گیا تھا۔ اس سے پہلے یکم جولائی کو گھریلو گیس کی قیمتوں میں 25.20 روپے کا اضافہ کیا گیا تھا۔ اب 14.2 کلو والا غیر سبسڈی سلینڈر دہلی اور ممبئی میں 884.50 روپے، کولکاتا میں 911 روپے اور چنئی میں 900.50 روپے میں فروخت ہو رہا ہے۔ اس سے پہلے ان شہروں میں گھریلو گیس سلینڈر بالترتیب 859.50 روپے، 911 اور 875 روپے میں فروخت ہو رہا تھا۔ گھریلو ایل پی جی سلینڈر ہی نہیں بلکہ 19 کلو والا کمرشیل سلینڈر بھی مہنگا ہو گیا ہے۔ یکم جنوری سے آج تک آٹھ مہینوں میں سلینڈر کے داموں میں 190 روپے کا اضافہ درج کیا گیا ہے۔ واضح رہے کہ تیل کمپنیاں ہر ماہ ایل پی جی سلنڈر کی قیمت کا جائزہ لیتی ہیں اور اس کے بعد قیمت بڑھانے یا کم کرنے کا فیصلہ کرتی ہیں۔ ہر ریاست میں ٹیکس مختلف ہے، جس کی وجہ سے اس کی قیمتوں میں فرق نظر آتا ہے۔ مرکزی حکومت فی الحال سال میں 12 گھریلو سلنڈروں پر صارفین کو سبسڈی دیتی ہے۔ اگر کوئی صارف اس سے زیادہ سلنڈر استعمال کرتا ہے تو اسے بازار قیمت پر خریدنا پڑتا ہے۔


### ضرورت برائے استاذ

مولانا منت اللہ رحمانی میموریل ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ ایف سی آئی روڈ، پھلواری شریف، پٹنہ میں اخلاقیات و دینیات پڑھانے کے لئے ایک ایسے باصلاحیت و مستند عالم دین کی ضرورت ہے جو تدریس کے ساتھ ادارہ کے ہاسٹل کی نگرانی کی ذمہ داری بھی ادا کر سکیں۔

مورخہ 10-09-2021 تک امیدوار درخواست بھیج سکتے ہیں۔ انٹرویو کی تاریخ سے بعد میں مطلع کیا جائے گا، انٹرویو میں شامل ہونے کے لئے سند کی کاپی ساتھ لانا ضروری ہے۔

امیدوار حضرات درج ذیل پتہ، E-mail اور whatsapp پر بھی اپنی درخواست بھیج سکتے ہیں:۔

**سکریٹری مولانا منت اللہ رحمانی میموریل ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ**

ایف سی آئی روڈ، پھلواری شریف، پٹنہ۔ پن کوڈ: 801505

Email: mmrmiti@gmail.com Website: www.mmrmti.in

رابطہ نمبر: (whatsapp) 0612-2555257, 9304924575


Scanned with CamScanner

# ملی سر گرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

## دعاۃ و مبلغین راہ کی مشکلات کو صبر و تحمل سے برداشت کریں: نائب امیر شریعت

امارت شرعیہ بہار اڈیشہ و جھارکھنڈ کے دعاۃ و مبلغین کے تربیتی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے نائب امیر شریعت حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی مدظلہ نے فرمایا کہ دعوت و تبلیغ کی راہ میں بہت سی مشکلات اور رکاوٹیں پیدا ہوں گی، ہماری داعیانہ ذمہ داری ہے کہ ہم انہیں صبر و استقلال اور عزم و استقامت کے ساتھ برداشت کریں، انبیاء اکرام کی یہی سنت رہی ہے، حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو مصائب پر صبر کرنے کی تلقین کی اور خود حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت کے میدان میں بہت سی تکلیفیں برداشت کیں اور امت کے لئے نمونہ چھوڑ گئے کہ مشکلات راہ کو برداشت کرنے سے ہی کامیابی ملتی ہے، واضح ہو کہ امارت شرعیہ کے شعبۂ دعوت و تبلیغ کے زیر اہتمام مورخہ 28 راگست 2021ء کو یک روزہ تربیتی اجتماع مرکزی دفتر امارت شرعیہ کے کانفرنس ہال میں منعقد ہوا، جس کی صدارت حضرت نائب امیر شریعت مدظلہ نے فرمائی جب کہ اس شعبہ کے نگراں اور امارت شرعیہ کے نائب ناظم مولانا مفتی محمد سہراب ندوی صاحب نے اجلاس کی نظامت کی، اس موقع پر حضرت نائب امیر شریعت نے مزید فرمایا کہ بہار اڈیشہ و جھارکھنڈ میں تقریباً ڈھائی کروڑ مسلمانوں کی آبادی ہے، اگر ہم سب لوگ پوری آبادی میں محنت کریں تو ایک بڑا حلقہ امارت شرعیہ کی تنظیم سے وابستہ ہو جائے گا، انہوں نے فرمایا کہ امارت شرعیہ کے بزرگوں نے اس شعبہ کو ترقی کے بام عروج تک پہونچانے کے لئے بہت سے خواب دیکھے تھے، ان میں کچھ پورے ہوئے اور کچھ ادھورے، ہم سب ان کے خوابوں کو شرمندۂ تعبیر کریں، تاکہ ان کی روحوں کو تسکین پہونچ سکے، اس لئے دعوۃ و تبلیغ کی تحریک کو منظم کرنے کے لئے ہم سب فکرمندی اور دلجمعی کے ساتھ میدان عمل میں آئیں، انشاء اللہ اس کے لئے افراد کار کو بھی بڑھائی جائیں گے۔ امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے کہا کہ حالات جس قدر بھی ناگفتہ بہ ہوں ہم سب کو ہمت و حوصلہ کے ساتھ کام کو آگے بڑھانا ہے اور سمع و طاعت کے جذبہ کے ساتھ اس خدمت کو انجام دینا ہے، سمع و طاعت کا جذبہ جس قدر مضبوط و مستحکم ہوگا ادارہ مضبوط ہوگا اور یہی ہماری کامیابی کا راز ہے، الحمدللہ اس وقت ہم لوگ حضرت نائب امیر شریعت کی قیادت و رہنمائی میں نظم و ضبط کے ساتھ کام کو آگے بڑھا رہے ہیں، انہوں نے کہا کہ ہر داعی کے لئے ضروری ہے کہ امت کے درد کو اپنا درد سمجھے، اللہ اس کے ذریعہ ان کے مسائل کے ساتھ ہمارے مسئلہ کو بھی حل فرمادیں گے، اس وقت ملک کے طول و عرض میں مسلم لڑکیوں کے اندر ارتداد کی لہر چلی ہوئی ہے، ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ داعیانہ کردار ادا کریں اور امت کی صحیح رہنمائی کرتے ہوئے ان کے دلوں میں ایمان ویقین میں پختگی پیدا کرنے کی کوشش کریں، انہوں نے کہا کہ حضرت امیر شریعت سابع مفکر اسلام مولانا محمد ولی رحمانی علیہ الرحمہ نے اس شعبہ پر خصوصی توجہ دی تھی۔ قاضی شریعت مولانا محمد انظار عالم قاسمی صاحب نے کہا کہ شعبۂ تبلیغ کے ذریعہ امارت کے دوسرے شعبوں کو طاقت و توانائی ملتی ہے، اس لئے یہ شعبہ جس قدر مضبوط و مستحکم ہوگا ادارہ ترقی کرے گا، انہوں نے سمع و طاعت کے جذبہ سے خدمت کرنے کی تلقین کی اور کہا کہ داعی کا اجر اللہ کے یہاں بڑھا ہوا ہے۔ امارت شرعیہ کے نائب ناظم مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی صاحب نے فرمایا کہ نظام امارت کی انفرادیت یہ ہے کہ پہلے افراد سازی کی جائے پھر جماعت تشکیل دی جائے، ابتداء سے اکابر امارت کے بنائے ہوئے نقوش و خطوط پر اسی نہج سے کام ہوتا آرہا ہے، اس کا یہ بھی امتیاز ہے کہ ایسا نظام قائم کیا جائے جو سماجی اعتبار سے تعلیم و تہذیب اور ملکی وملی مسائل کے حل کے لئے اپنے دائرہ میں رہتے ہوئے اقدامات کرے، اس لئے ہم انسانیت کی بنیاد پر بھی کام کرتے ہیں اور اسی خدمت خلق کے جذبہ سے بڑے بڑے امور انجام پارہے ہیں۔ امارت شرعیہ کے صدر مفتی مولانا مفتی سہیل احمد قاسمی صاحب نے فرمایا کہ دعاۃ و مبلغین اسلام کا چہرہ ہوا کرتے ہیں، لوگ داعی اور مبلغ کے کردار و عمل کو دیکھتے ہیں اور پھر رائے قائم کرتے ہیں، اس لئے ہر داعی کے لئے ضروری ہے وہ صاف ستھرا شبیہ و کردار کا حامل ہو، انہوں نے فرمایا کہ آپ کی نسبت عظیم ہے، اس نسبت کی عظمت کو برقرار رکھیں اور جہاں بھی خطاب کا موقع ملے کتاب و سنت کی روشنی میں مؤثر گفتگو کریں۔ مولانا مفتی محمد سعید الرحمٰن قاسمی صاحب نے کہا کہ امارت شرعیہ تمام مکاتب فکر کا متحدہ ادارہ ہے، اسی اتحاد کا نتیجہ ہے کہ دارالقضاء، دارالافتاء اور دوسرے شعبہ جات میں مختلف مسالک کے لوگوں کے سوالات آتے ہیں جو اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ہر شعبہ کے ذریعہ اسلام کے دعوت اجتماعیت کا پیغام ملتا ہے اور اسلام کے نظام عبادت کی روح بھی اتحاد و اجتماعیت پر ہے، جس کو انہوں نے مثالوں سے سمجھایا۔ مولانا سہیل احمد ندوی نائب ناظم امارت شرعیہ نے کہا کہ داعی کو داعیانہ اوصاف کے ساتھ زندگی گذارنی چاہئے، ان کے اندر اخلاص وللہیت، صبر وتحمل، استغناء و بے نیازی، خوش مزاجی و نرم خوئی اور مجمع شناسی کی کیفیت پیدا ہونی چاہئے، جب تک اخلاص وللہیت کا یہ عمل ہمارے اندر پیدا نہیں ہوگا، بڑے سے بڑا عمل بھی بے سود ہو جائے گا۔ مولانا مفتی وصی احمد قاسمی صاحب نائب قاضی شریعت امارت شرعیہ نے کہا کہ دعاۃ کی حیثیت آکسیجن اور روح کی ہے، اس لئے آپ اپنی ذات کو صاف و شفاف رکھیں، کیوں کہ کوئی ذات پر اعتبار کئے بغیر بات پر اعتبار نہیں کرے گا۔ مولانا سہیل اختر قاسمی صاحب نائب قاضی شریعت امارت شرعیہ نے کہا کہ امارت کی نسبت ایک عظیم نسبت ہے، اس نسبت کا ہم لوگ خیال رکھیں اور وفاداری کے ساتھ اس کو انجام دیں۔ مولانا احمد حسین قاسمی مدنی معاون ناظم امارت شرعیہ نے کہا کہ دنیا میں ترقیاں علم اور تربیت کے ذریعہ حاصل ہوتی ہیں، تعلیم کے ساتھ اگر تربیت نہ ہو تو اس کورس کو نامکمل سمجھا جاتا ہے، یہ تربیتی اجلاس ہے، ہم لوگ یہاں کچھ سیکھنے کے لئے آئے ہیں، جب تک ہم اور آپ متحرک نہیں ہوں گے اس وقت تک امارت شرعیہ کی توسیع و استحکام نہیں ہو سکتا، مولانا قمر انیس قاسمی صاحب معاون ناظم امارت شرعیہ نے کہا کہ ہم سب کو ہمت و حوصلہ کے ساتھ کام کرنا چاہئے، داعی کو دینے والا بننا چاہئے، اگر ہم دینے والے بن جائیں گے تو اللہ بھی ان کے قلوب کو ہماری طرف متوجہ فرمادیں گے۔ انہوں نے کہا کہ ماضی میں شعبہ تبلیغ کے ذریعہ بڑے بڑے امور انجام پائے اور اس وقت بھی بہت سے امور انجام پارہے ہیں، مزید ہمیں پورے عزم و حوصلہ سے کام کرنا چاہئے۔ اس موقع پر جناب مولانا محمد مزمل صاحب، جناب مولانا عبداللہ عبادہ اور مولانا محمد شعیب قاسمی صاحب مبلغین امارت شرعیہ نے مبلغین کی طرف سے ترجمانی کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت ہمارے بزرگوں نے جن ہدایات پر عمل کرنے کی ترغیب دی ہے ان شاء اللہ حتی المقدور اس پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا، ان حضرات نے یہ بھی یقین دہانی کرائی کہ ہم لوگ سمع و طاعت کے جذبہ سے دعوت کے کام کو انجام دیتے ہیں اور انشاء اللہ آئندہ بھی انجام دیتے رہیں گے۔ مولانا مفتی محمد سہراب ندوی صاحب نائب ناظم امارت شرعیہ و کنوینر اجلاس نے اخیر میں کلمات تشکر بیان کرتے ہوئے کہا کہ ہم سب لوگ اپنے فرائض کو انجام دیتے رہیں، ادارہ ہماری ضرورتوں اور حقوق کی ادائیگی کی رعایت و کفالت کرتا رہے گا، انہوں نے اجلاس کے آغاز میں اپنی تمہیدی گفتگو میں اجلاس کے مقاصد اور ضرورت پر جامع انداز میں روشنی ڈالی۔ مولانا شاہ نواز عالم مظاہری، مولانا ممتاز احمد، مولانا صابر حسین قاسمی نے اجلاس کو کامیاب بنانے میں بڑی جدو جہد کی۔ اجلاس کا آغاز مولانا مطیع اللہ کی تلاوت کلام پاک سے ہوا، مفتی اکبر علی قاسمی، مولانا فیاض احمد اور مولانا فیروز صاحب نے بارگاہ رسالت میں نذرانہ عقیدت پیش کیا اور اخیر میں حضرت نائب امیر شریعت مدظلہ کی رقت انگیز دعا پر یہ اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

## ڈاکٹر عبدالقادر شمس نے ملت کی خون جگر سے کی آبیاری امارت شرعیہ میں علما اور صحافیوں کا خراج تحسین

دنیا سے انسان چلا جاتا ہے، لیکن اپنے پیچھے یادوں اور کارناموں کے گہرے نقوش چھوڑ جاتا ہے جو اسے زندہ جاوید بنادیتے ہیں، مولانا ڈاکٹر عبدالقادر شمس کی شخصیت کچھ ایسی ہی تھی۔ انہوں نے چھوٹی عمر میں لمبی لکیر کھینچی، ملت اور مٹی کو بڑی سوغات دیا۔ ان خیالات کا اظہار امارت شرعیہ کانفرنس ہال میں منعقد تقریب میں علما اور دانشوران نے کیا۔ شہادت کے ایک سال مکمل ہونے پر اردو میڈیا فورم بہار کے زیر اہتمام 'مولانا ڈاکٹر عبدالقادر شمس تحریک سے صحافت تک' تقریب ہوئی۔ صدارتی خطاب میں نائب امیر شریعت حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی نے کہا کہ مولانا عبد القادر شمس کی شخصیت ہمہ جہت تھی، وہ اپنے مربی حضرت قاضی مجاہد الاسلام قاسمی کی طرح ملت کا درد رکھتے تھے۔ برسوں سے بیک وقت کئی میدانوں میں کام کیا، انفرادی شخصیت نے انہیں ملک گیر سطح پر مقبول بنادیا تھا۔ قائم مقام ناظم حضرت مولانا شبلی القاسمی نے کہا کہ سادگی پسند اور مسلسل کام میں یقین رکھتے تھے۔ اس سے قبل بہار اردو اکادمی کے سابق سکریٹری جناب مشتاق احمد نوری نے کہا کہ عبدالقادر شمس سیمابی صفت نوجوان تھے، صحافت کے ساتھ سماج کیلئے انہوں نے جو کام کیا ہے، وہ نئی نسل کیلئے مثال ہے۔ روزنامہ انقلاب کے ایڈیٹر جناب احمد جاوید نے ڈاکٹر عبدالقادر شمس کی جواں مرگی کا تذکرہ کرتے ہوئے آبدیدہ ہوگئے، انہوں نے کہا کہ کم عمری میں جو کارنامے انجام دیئے میں ان کی عظمت کو سلام کرتا ہوں، وہ اپنے مخالفین سے بھی والہانہ تعلق رکھتے تھے۔ صحافتی کاموں کے درمیان اپنے لوگوں سے ان کو جو درد و کرب ملا کبھی اس کا تذکرہ نہیں کیا۔ رکاوٹوں کا شکوہ کرنے کے بجائے تاریخ رقم کرنے میں خود کو لگائے رکھا۔ مولانا مفتی محمد سہراب ندوی نائب ناظم امارت شرعیہ نے کہا کہ ملت نے ایک بیش قیمت ہیرا کھو دیا، سوچا تھا یہ سورج بلند ہو رہا ہے، دیر تک روشنی دے گا لیکن حق کے نام پر شہادت پائی۔ رفیق کار اور دعوت القرآن ٹرسٹ ارریا کے جنرل سکریٹری مولانا محمد عارف قاسمی نے کہا سیماچل سے تعلق رکھنے والے وہ صرف صحافی نہیں ایک دردمند سماجی انسان اور ایک مصلح مفکر بھی تھے۔ تعلیم، صحت، عوامی فلاح اور کمزوروں اور مظلوموں کیلئے آخری دم تک کام کرتے رہے۔ انہوں نے اپنے اور اپنے خاندان کے لئے کچھ نہیں کیا۔ ملت کیلئے دیر رات تک جاگتے، ذمہ داریاں صبح جلد اٹھا دیتی اور بیچ کا وقت دوڑنے بھاگنے میں گزار دیتے تھے۔ نظامت کا فریضہ انجام دیتے ہوئے جناب مفتی ثناء الہدیٰ قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ نے مرحوم سے اپنے دیرینہ تعلقات کا اظہار کیا اور ان کے مشن کو آگے بڑھانے میں تعاون کی یقین دہانی کرائی۔ مولانا عبدالواحد رحمانی نے کہا کہ بھائی ڈاکٹر عبدالقادر شمس کی زندگی ملت، مٹی اور محبت کے ارکان ثلاثہ میں منحصر تھی۔ انہوں نے ملت کی خون جگر سے آبیاری کی۔ اس موقع پر معروف صحافی ڈاکٹر ریحان غنی، سابق رکن اسمبلی ڈاکٹر اظہار عالم، مولانا رضوان احمد ندوی سمیت ایک درجن سے زائد صحافیوں نے خراج تحسین پیش کیا۔

## مولانا مفتی عبدالشکور صاحب بے پناہ خوبیوں اور صلاحیتوں کے حامل تھے: نائب امیر شریعت

بہار کے جید عالم دین، مدرسہ احمدیہ ابا بکر پور ویشالی کے سابق پرنسپل، حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب قاضی شریعت ویشالی کے سانحہ ارتحال پر امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں ایک تعزیتی نشست زیر صدارت نائب امیر شریعت امارت شرعیہ بہار اڈیشہ و جھارکھنڈ حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی صاحب منعقد ہوئی، جس میں حضرت نے اپنے تعزیتی خطاب میں فرمایا کہ حضرت مفتی صاحب ہمہ جہت شخصیت کے حامل عالم دین تھے، قدرت نے انہیں بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا تھا، ان کی نظر مختلف علوم وفنون پر بڑی گہری اور وسیع تھی، ایسی خوبیوں اور صلاحیتوں کے عالم دین کا ہمارے درمیان سے اٹھ جانا ایک بڑا علمی خسارہ ہے، اللہ ہم سب کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے اور حضرت مفتی صاحب کو جنت نعیم میں جگہ عطا فرمائے۔ امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے فرمایا کہ مولانا کے مزاج میں سادگی و سنجیدگی اور فکر و نظر میں وسعت و بلندی تھی، وہ کام کو نظم و ضبط کے ساتھ انجام دیا کرتے تھے، امارت شرعیہ کے نائب ناظم مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی صاحب نے تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مولانا سے میری دیرینہ بیس سالہ رفاقت رہی ہے، وہ ایک اچھے مدرس بھی تھے اور صاحب بصیرت فقیہ بھی، انہوں نے عرصہ تک مدرسہ احمدیہ ابا بکر پور ویشالی میں تدریسی خدمات انجام دیں، اور باکمال رجال کار تیار کئے، ان کی ہر فن پر چاہے وہ صرف ونحو ہو یا منطق وفلسفہ باریک نگاہ تھی، وہ سمستی پور کے کھئی بنگرو کے باشندہ تھے، مگر انہوں نے زندگی کا ایک لمبا عرصہ مدرسے میں گذارا۔ مولانا مفتی وصی احمد قاسمی صاحب نائب قاضی شریعت امارت شرعیہ نے کہا کہ مولانا مرحوم خوش اخلاق، منکسر المزاج اور متواضع عالم دین تھے، امانت و دیانت داری کا وصف ایسا نمایاں تھا کہ جب ان پر ضعف و علالت اور نقاہت کا غلبہ ہوا تو کار قضاء کی ذمہ داری کسی اور کے سپرد کرنے کی درخواست کی اور پھر ایسا ہی کیا گیا۔ ان کے ریٹائر ہونے کے بعد مرکزی دارالقضاء سے امور قضاء کو انجام دینے کے لئے قضاۃ تشریف لے جاتے رہے ہیں۔ اس تعزیتی نشست میں امارت شرعیہ کے تمام ذمہ داران و کارکنان اور مبلغین نے شرکت کی اور حضرت مفتی صاحب کی وفات پر دلی رنج و غم اور صدمہ کا اظہار کیا، اخیر میں حضرت نائب امیر شریعت نے مولانا مرحوم کے لئے مغفرت اور بلندی درجات کی دعا کرائی اور پسماندگان سے اظہار تعزیت کیا۔

---

ہفتہ وار نقیب کا خصوصی شمارہ **حضرت امیر شریعت سابعؒ نمبر** جلد منظر عام پر

مفکر اسلام امیر شریعت سابع شیخ طریقت حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات و خدمات کے مختلف گوشوں پر ملک کے نامور علماء و مشائخ، سیاسی و سماجی شخصیات اور ممتاز اہل قلم کی نگارشات کا گراں قدر مجموعہ ہفت وار نقیب کا خصوصی شمارہ "**حضرت امیر شریعت سابعؒ نمبر**" جلد ہی منظر عام پر آرہا ہے، یہ مجموعہ دستاویزی اہمیت کا حامل ہوگا، قارئین اور اصحاب فکر و نظر اس سے ضرور استفادہ کریں۔ نقیب کے مستقل خریداروں کو بھی یہ شمارہ قیمتاً دیا جائے گا۔ (**منیجر نقیب**)

Scanned with CamScanner

# والدین کے طرزِ عمل کا بچوں پر اثر

مولانا عتیق احمد اصلاحی

انسانی زندگی میں نفسیات کی بڑی اہمیت ہے، اپنی بات کو موثر بنانے، اس کا قائل کرانے اور منوانے کے لئے اس کا جاننا ضروری ہے، اگر نفسیات کا خیال نہ رکھا جائے تو پھر بات کے اثرات غلط پڑنے کے امکانات رہتے ہیں، خاص طور سے بچوں پر۔ وہ والدین جو اپنے بچوں کو پیار ومحبت کا ماحول دینے کے بجائے اپنے کو ہر وقت غصہ ور ثابت کرنے، اپنے رعب کا سکہ جمانے کے لئے ایک خاص انداز اختیار کر لیتے ہیں، بچوں سے جب بات کرتے ہیں تو ڈانٹ کر جھڑک کر یا دھمکی آمیز لہجے میں بات کرتے ہیں ان کے لئے لمحۂ فکریہ ہے کہ وہ، بچوں کو کس سمت میں لے جانا چاہتے ہیں اور کس نتیجے پر پہونچانا چاہتے ہیں۔

**والدین کی اقسام:**

(۱) سخت گیر والدین (۲) بہت زیادہ (بیجا لاڈ وپیار) محبت کرنے والے والدین (۳) لاپرواہ والدین (۴) ارضی وسماوی حادثات کا شکار والدین (۵) ہم آہنگی والے والدین۔

**۱۔ سخت گیر والدین:** جو والدین اپنے بچوں کو ہر وقت ڈانٹتے پھٹکارتے رہتے ہیں ان کے بچے بھی بدمزاج، سخت گیر چڑچڑے ہو جاتے ہیں، لڑنے جھگڑنے والے بن جاتے ہیں۔ ایسے والدین کے سخت رویہ سے پریشان وعاجز ہو کر بچے گھر سے باہر کی زندگی پسند کرتے ہیں، جو ان کے لئے مزید نقصان دہ ہوتی ہے۔ باہر بری صحبت ملنے کی وجہ سے وہ غلط عادات کے عادی ہو جاتے ہیں ان کی عزت نہیں کرتے ہیں، گویا والدین کی بے جا سختی سے بگڑ جاتے ہیں۔

**۲۔ لاپرواہ والدین:** جن کو اپنے بچوں سے کوئی لینا دینا نہیں ہوتا ان کی کوئی فکر نہیں آتے، نہ ان کے کھانے پینے کی، نہ کپڑے کی، نہ صفائی ستھرائی کی، نہ پڑھنے لکھنے کی، نہ ہی ان کی صحبت کی، ایسے والدین کے بچے بھی لاپرواہ ہو جاتے ہیں۔

**۳۔ جو والدین کسی حادثہ کا شکار ہو جاتے ہیں:** مثلاً سیلاب، زلزلہ، بادل کا پھٹنا، زمین میں دھنسنا، طوفان، فساد یا سماجی لحاظ کے مسائل مثلاً طلاق، خلع کی وجہ سے والدین کی علیحدگی، یا ماں باپ کا انتقال، ایسے حالات پیدا ہونے سے بچوں پر منفی اثرات پڑتے ہیں، ایسے بچوں کی فطری خواہشات وضروریات پوری نہیں ہو پاتیں جس کی وجہ سے ان کی صحت خراب ہو جاتی ہے، وہ غم زدہ رہتے ہیں، تنہائی پسند ہوتے ہیں اور اس بات کے امکانات زیادہ رہتے ہیں کہ غلط صحبت اختیار کر لیں، اس کے نتیجے میں وہ جرائم کرنے والے بن جاتے ہیں، خاص کر جب سماج کی جانب سے کوئی سہارا ملنے کے بجائے طعنے ملتے ہیں۔

**۴۔ جو والدین بچوں سے مطابقت رکھتے ہیں:** ان کی صحت کا خیال رکھتے ہیں، ان کی جائز ضروریات کو بروقت پورا کرنے کا التزام کرتے ہیں، ان کی اخلاقی ودینی نقطۂ نظر سے تربیت کرتے ہیں، ان کی غلطیوں پر مناسب وقت اور مناسب طریقہ سے سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں، بیجا سختی نہیں کرتے ہیں، ان کے بچے اچھے اخلاق، بہترین سیرت کے حامل ہوتے ہیں، ان کے اندر احساس ذمہ داری، اصول پسندی، وقت کی پابندی ہوتی ہے۔ وہ محنتی، صابر اور خوش اخلاق ہوتے ہیں۔

والدین بچوں کے ساتھ جس طرح کا سلوک کرتے ہیں، ان کے اثرات، ان کی نفسیات، جسمانی نشوونما، ذہنی بالیدگی پر بہت گہرے پڑتے ہیں، یہاں ہم ایک چارٹ دیتے ہیں جس سے والدین کے طرزِ عمل کا بچوں کی شخصیت پر پڑنے والے اثرات کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

اسلام میں بچوں کی بہت اہمیت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جنت کا پھول قرار دیا ہے، ان سے محبت وشفقت کا معاملہ کرنے کا حکم دیا ہے، خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ عمل سے اس کا ثبوت ملتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کو نہیں مارا، راستہ چلتے بچے مل جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو سلام کرتے، ان کو پیار کرتے اور گود میں اٹھا لیتے تھے اور بچے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے چمٹ جاتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دس سال رہا، آپ نے کبھی میری کسی بات پر اف تک نہیں کہا، میرے کسی بھی کام پر کبھی یہ نہیں فرمایا "تو نے یہ کیوں کیا اور کبھی کسی بھی کام کے نہ کرنے پر یہ نہیں فرمایا کہ تو نے یہ کیوں نہیں انجام دیا" (بخاری ومسلم)

**بچوں کا بوسہ لینا:** حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی، پھر آپ اپنے گھر والوں کے پاس جانے کے لئے مسجد سے باہر آئے، میں بھی نبیؐ کے ساتھ تھا، آنحضرتؐ کے سامنے کچھ بچے آگئے، آپؐ نے ان میں سے ہر ایک کے رخساروں پر ہاتھ پھیرا اور پھر میرے رخساروں پر بھی ہاتھ پھیرا، اس وقت میں آپ کے دست مبارک کو ایسا ٹھنڈا اور خوشبودار پایا کہ گویا آپ نے اپنے ہاتھ کو ابھی عطر کے ڈبہ سے نکالا ہو" (مسلم)

والدین کو اپنے بچوں سے الگ تھلگ نہیں رہنا چاہئے، خاص کر باپ کو کہ جب وہ گھر میں گئے تو گھر قبرستان معلوم ہو، بچے خاموشی اختیار کر لیں اور ادھر ادھر چھپ جائیں، بلکہ بچوں کے ساتھ ایسا رویہ ہونا چاہئے کہ جب باپ کو گھر پہونچنے کا وقت ہو تو بچے پہلے ہی سے انتظار کر رہے ہوں اور گھر پہونچتے ہی سب بچے آگے پیچھے آکر آپ سے چمٹ جائیں اور باپ ان کو پیار کرے، ان کو گود میں لے کر بچوں کی محبت کا جواب دے۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ ایک دیہاتی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا (دیکھا کہ آپ بچوں کو پیار کر رہے ہیں) اس نے کہا کہ کیا آپ بچوں کو بوسہ لیتے ہیں ہم تو ان کا بوسہ نہیں لیتے، اس پر نبیؐ نے ارشاد فرمایا "پھر تیرے سلسلے میں مجھے کیا اختیار ہو سکتا ہے جب کہ اللہ نے تیرے دل سے رحمت نکال لی ہو" (بخاری ومسلم) بوسہ لینا محبت کے جذبہ کا اظہار ہے، جس فرد کے اندر یہ صفت نہیں تو گویا وہ محبت کے جذبہ سے خالی ہوتا ہے اور درحقیقت یہ بہت بڑی محرومی ہے: "لاتنزع الرحمۃ الا من شقی" (ترمذی) رحمت بس بدبخت ہی سے چھینی جاتی ہے۔

حضرت بریدہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسولؐ ہمارے سامنے خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک حسنؓ اور حسینؓ آگئے، دونوں سرخ کرتے پہنے ہوئے تھے وہ اس طرح چلے آرہے تھے کہ (کمسنی کی وجہ) گر گر پڑتے تھے یہ دیکھ کر رسول خداؐ منبر سے نیچے اترے اور ان دونوں کو گود میں اٹھا لیا اور پھر اپنے روبرو انہیں بیٹھا کر فرمایا: اللہ نے سچ فرمایا "تمہارے مال اور تمہاری اولاد تو محض ایک آزمائش ہیں، میں نے بچوں کو دیکھا کہ یہ گرتے پڑتے چلے آرہے ہیں تو مجھ سے رہا نہ گیا تو میں نے اپنی بات قطع کر کے انہیں اٹھا لیا" (ابوداؤد ونسائی، ترمذی)۔

اس حدیث سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام میں بچوں سے محبت کرنا ان کو گود میں لینا، پسندیدہ ومستحسن عمل ہے۔

بچوں سے مذاق: بچے محبت شفقت، غصہ وناراضگی کے جذبات کو خوب محسوس کرتے ہیں وہ اسی سے لگتے ہیں جو ان کو لگاتا ہے، ان سے محبت وشفقت سے پیش آتا ہے، جو ان کی دل جوئی کرتا ہے، بچے ایسے لوگوں کے پاس نہیں جاتے جن کے چہرے پر مسکراہٹ نہ آتی ہو، بچوں کو اپنے سے قریب کرنے کا ایک طریقہ یہ کہ ان کی نفسیات کو سمجھتے ہوئے ان سے سلوک کیا جائے، ان سے ہنسی مذاق کیا جائے، اس سے ان پر اچھے اثرات پڑتے ہیں، نبی کی حیات مبارکہ سے بھی یہ ثابت ہے کہ آپ بچوں سے مزاح کیا کرتے تھے، حضرت انسؓ کے چھوٹے بھائی جن کا نام کبشہ تھا اور کنیت ابوعمیر تھی، حضرت انس کے ساتھ حضور کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے انہوں نے ایک چڑیا پال رکھی تھی جس سے وہ کھیلا کرتے تھے اور دل بہلایا کرتے تھے، یہ عمل وہ بچے کی وجہ سے حضورؐ کے سامنے کرتے رہتے تھے، اتفاق کہ وہ چڑیا مرگئی تو آپؐ ان سے مزاحاً پوچھتے، اے ابوعمیر! تمہاری چڑیا کیا ہوئی" (بخاری ومسلم)۔

ان احادیث سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسلام بچوں کے ساتھ کیسے سلوک کو پسند کرتا ہے اور کس طرح کے رویہ کو نہ صرف ناپسند بلکہ مبغوض قرار دیتا ہے۔

(۱) والدین، مربیّن، معلمین کو بچوں کے ساتھ شفقت ومحبت کا رویہ اختیار کرنا چاہئے۔ (۲) بچوں کے ساتھ ایسا رویہ اور سلوک کیا جائے جس سے انہیں اپنائیت، ہمدردی وتعلق کا احساس ہو۔ (۳) بچوں کو ایسا ماحول دیا جائے جس میں ان کی آزادی محسوس ہو۔ (۴) ایسا ماحول ہو جس میں وہ ہنس، کھل سکیں۔ (۵) حدود کے اندر ان کو آزادانہ سرگرمیاں انجام دینے کے مواقع فراہم کئے جائیں۔ اگر اس طرح کا ماحول بچوں کو فراہم کیا جائے گا تو ان پر نفسیاتی لحاظ سے بہتر ومفید کارآمد اور مثبت اثرات پڑتے ہیں جس سے ان کی شخصیت میں نکھار آتا ہے، ایک پر وقار وصاف ستھری اور متوازن شخصیت پروان چڑھتی ہے۔

اس کے برعکس جب ماحول ایسا ہو کہ: (۱) جس میں پیار کی بجائے سختی، ڈانٹ، ڈپٹ کا ماحول ہو۔ (۲) جس میں بے جا پابندیاں ہوں۔ (۳) جس میں بچوں کو بچوں کی طرح نہیں بلکہ ان کو بڑوں پر قیاس کر کے ان جیسی حرکات کی خواہش رکھی جاتی ہو۔ (۴) جس میں اپنی جائز اور حقیقی ضرورت کا اظہار کرنے کی جرات بھی نہ کر سکیں۔ ایسے ماحول میں جو شخصیت پروان چڑھتی ہے وہ نفسیاتی لحاظ سے بیمار ہوتی ہے، وہ غیر متوازن، مزاج میں چڑچڑاپن، غصہ سے بھرپور ہوتی ہے، نفاق، دورخاپن، پست ہمتی ہوتی ہے، بچے کے اندر جو خوابیدہ صلاحیتیں ہوتی ہیں وہ بیدار نہیں پاتیں۔ والدین، مربیّن ومعلمین ذرا سوچیں کہ وہ کس طرح کے افراد بنانا چاہتے ہیں، نسل نو کو کس رخ پر تعمیر کرنا چاہتے ہیں اور کس طرح کا سماج وجود میں لانا چاہتے ہیں؟

**کرنے کا کام**

☆ ان کی ضروریات کو بروقت پورا کیا جائے۔ ☆ بچوں ک ساتھ انتہائی شفقت ومحبت سے پیش آیا جائے۔ ☆ ان کی غلطیوں پر تحمل سے کام لیا جائے، ڈانٹ ڈپٹ، پھٹکار سے اجتناب کیا جائے۔ ☆ غلطیوں پر لعن طعن نہ کیا جائے، بلکہ اس غلطی کے نقصانات بتا کر اس سے بچنے کی تلقین کیا جائے۔ ☆ بچے کو بچہ ہی سمجھا جائے اس سے بڑوں کی سی توقعات نہ رکھی جائیں، بچوں کی خودکشی کے واقعات کے پیچھے عام طور پر یہی وجہ ہوتی ہے، بچے جب اپنے کو اس پر اتر تا نہیں پاتے ہیں تو پھر مایوسی سے دوچار ہو کر بالآخر موت کو گلے لگا لیتے ہیں۔ ☆ وہ بار بار غلطی کرے تب بھی پیار ومحبت سے سمجھانے کی کوشش کی جانی چاہئے اور اگر کبھی غصہ کا اظہار کیا تو پھر جلد ہی محبت وشفقت کا ہاتھ ان کے سر پر پھر کر سمجھانے کی کوشش ہونی چاہئے۔ ☆ بچے کی خودداری وعزت نفس کا پورا خیال رکھا جانا چاہئے۔ ☆ رشتہ داروں اور اس کے ہم عمر ساتھیوں کے سامنے اس کی برائیوں کا تذکرہ ہرگز ہرگز نہ کیا جانا چاہئے بلکہ اس کی خوبیوں کا ذکر کیا جائے۔ اس سے بچے کے اندر اچھی خوبیاں اختیار کرنے کی طرف رغبت ہوتی ہے اور حوصلہ ملتا ہے۔ ☆ بچے کی مسلسل نگرانی کی جائے۔ ☆ اچھے کاموں پر انعام دینے کا اہتمام کیا جانا چاہئے۔

☆ دینی ماحول فراہم کیا جانا چاہئے (الف) ابتداء میں کلمہ، نماز کے اذکار پھر بعد میں دیگر اذکار مع ترجمہ یاد کرائے جائیں (ب) انبیاءؑ، صحابہؓ، صحابیاتؓ اور صلحاء امت کے واقعات سنانے کا اہتمام کیا جائے، (ج) دینی جگہوں مثلاً مسجد، دینی مجالس میں اپنے ساتھ لے جائیں، اگرچہ بچہ وہاں دوڑے بھاگے گا مگر آہستہ آہستہ سب آداب سیکھ جائے گا اور دینی ذوق پیدا ہوگا، (ح) قرآن کریم کی تعلیم کا شروع ہی سے اہتمام کیا جانا چاہئے اور اس کے لئے اچھے معلم ومربی کا انتخاب کیا جانا چاہئے، اس کی فیس/اجرت زیادہ دینا پڑے تو گوارا کیا جانا چاہئے۔

☆ بچے کی صحت کا پورا پورا خیال رکھا جانا چاہئے، صحت مند جسم میں ہی صحت مند وتوانا دماغ ہوتا ہے، صحت مند دماغ ہی انسان کو متوازن شخصیت بننے میں معاون ہوتا ہے۔ ☆ خوش گوار مقامات کی سیر کو بھی کبھی کبھی لے جانا چاہئے، اس سے ایک تو والدین کی محبت وعزت دل میں بیٹھتی ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ اس کی بھی کوئی اہمیت ہے، دوسرے مشاہدات کے ذریعہ اس کے علم میں اضافہ ہوتا ہے جو چیز آپ گفتگو کے ذریعے سمجھانے کی کوشش کریں گے تو اتنا نہیں سمجھ پائے گا جتنا بچہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ کر سمجھ لے گا بلکہ وہ اس کو دیر تک محفوظ رکھے گا۔

☆ وقت کا صحیح استعمال اور نظام الاوقات کا پابند بنانے کے لیے شروع ہی سے عادت ڈالیں۔

☆ کسی نہ کسی سرگرمی میں مشغول رکھیں، سرگرمی میں مشغولیت کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ بچہ شرارت سے بچ جاتا ہے، دوسرے یہ کہ گرمی سے تکان ہونے کی وجہ سے نیند اچھی آتی ہے جو صحت کے لئے ضروری اور مفید ہوتی ہے، تیسرے یہ کہ وقت کا صحیح استعمال کرنے سے بچہ کچھ سیکھتا ہی ہے۔

Scanned with CamScanner

# مشرقی تنقید کا بنیادی نظریہ

عبدالباری قاسمی، دہلی یونیورسیٹی

مورخین اور اہل علم حضرات نے جغرافیائی اعتبار سے دنیا کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے مشرق اور مغرب، مغرب بول کر یورپ مراد لیا جاتا ہے اور مشرق سے ایشیا، دنیا کے اس خطے میں بہت سی زبانیں بولی جاتی ہیں، مگر خاص علمی اور ادبی زبانوں میں عربی، فارسی، سنسکرت، چینی، جاپانی، ترکی اور اردو کو شامل کیا جاتا ہے، اردو تنقید کے حوالہ سے جب گفتگو ہوتی ہے تو عام طور پر سنسکرت، عربی اور فارسی زبانوں کے پیش نظر ہوتی ہے، عربی اور فارسی تو اس لیے کہ اردو کے بہت سے اصنافِ سخن انہیں زبانوں سے منتقل ہو کر اردو میں آئے ہیں اور سنسکرت اس لیے کے پراکرت اور مقامی زبانوں کے زیر اثر ہی اردو پروان چڑھی ہے، مشرقی زبانوں کا جب ہم گہرائی سے جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانہ سے یہاں کی زبانوں میں تنقید کا رواج رہا ہے اور خاص طور پر عربی، سنسکرت، چینی اور جاپانی زبانوں میں تنقید کا سلسلہ عہد قدیم میں ہی شروع ہو چکا تھا، مشرقی تنقید کے متعلق کہا جاتا ہے کہ "یہ شاعری کی ہیئت، الفاظ کی چکا چوند اور شاعری کے فنی محاسن سے تعلق رکھتی ہے"

## فارسی میں تنقید:

فارسی اور ایرانی تنقید کو دو ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے، ایک دور ۶۳۰ء سے قبل کا اور دوسرا ۶۳۵ء میں عربوں کی فتح کے بعد کا ہے، البتہ پہلے دور میں تنقید کے سلسلہ میں کچھ مواد نہیں ملتا، ایران میں بھی اصل انقلاب عربوں کی فتح کے بعد آیا، یہی وجہ ہے کہ فارسی تنقید کی اکثر چیزیں عربی سے مترجم ہی نظر آتی ہیں، فارسی میں سب سے پہلی تنقیدی کتاب امیر عنصر المعالی کے کاؤس بن اسکندر کی ہے، جس کا نام "قابوس نامہ" ہے، ان کے نزدیک سب سے اچھا شعر قابل فہم اور پیچیدگی سے پاک ہے، دوسرا اہم فارسی تنقید نگار نظامی عروضی سمرقندی ہے، جس نے "چہار مقار" کے نام سے تنقیدی کتاب ۱۱۰۰ء کے قریب لکھی، یہ الفاظ پر معنی کو ترجیح دیتے ہیں، اس کے بعد تنقیدی کتابوں میں "حدایق السحر فی دقایق الشعر" ہے، جسے رشید الدین وطواط نے تحریر کیا ہے انہوں نے صنائع کو بہت اہمیت دی ہے، شمس الدین محمد بن قیس الرازی نے بھی "المعجم فی معاییر اشعار العجم" نام کتاب لکھ کر اپنے تنقیدی نظریات کو بیان کیا ہے، انہوں نے سہل پسندی، عروض اور قافیہ کی اہمیت پر کافی زور دیا ہے ان کے علاوہ محمد عوفی، دولت شاہ سمرقندی اور فخری ابن امیری نے بھی تنقیدی نظریات کا اظہار کیا ہے، فارسی تنقید میں عام طور پر مضمون آفرینی، جدت ادا، رنگین ء کلام، تغزل اور بندش کی چستی وغیرہ سے بحث ہوتی ہے اور ان چیزوں سے بحث اردو میں بھی ہوتی ہے۔

## اردو تنقید۔آغاز وارتقا:

ویسے تو اردو میں باضابطہ تنقید نگاری کا آغاز حالی کی معرکۃ الآراء کتاب "مقدمہ شعر و شاعری" (۱۸۹۳ء) سے ہوتی ہے، مگر اس سے بھی پہلے بھی ہمیں تنقید کی روایت ملتی ہے یہ الگ بات ہے کہ مرتب نہیں ملتی، اگر ہم قدیم دکنی شعرا کے کلام کو پڑھتے ہیں تو بہت سے شعرا کے اشعار کے سلسلہ میں نظریات ملتے ہیں، اس کے علاوہ مشاعرے، اساتذہ کی اصلاحیں، تقریظ، خطوط، تذکروں میں بھی ہمیں بہت سے تنقیدی خیالات ملتے ہیں ہم اختصار سے ان چیزوں کا جائزہ لیتے ہیں۔

## شاعری میں تنقیدی نظریات:

دکنی شعرا میں ملا اسد اللہ وجہی نے باضابطہ "قطب مشتری" میں تنقیدی خیالات ظاہر کیے ہیں اور شاعری میں سادگی، نزاکت، معنی آفرینی، جدت الفاظ، ربط، اور معنی خیز الفاظ کے استعمال پر زور دیا ہے، بطور نمونہ ایک شعر

جو بے ربط بولے توں بتیاں پچیس
بھلا ہے جو یک بیت بولے سلیس

ولی

ہے ولی جو کہ ہیں بلند خیال
شعر میرا پسند کرتے ہیں

اس کے علاوہ میر، سودا، مصحفی، انشاء، انیس، غالب، میر حسن اور اقبال کی شاعری میں بھی تنقیدی نظریات ملتے ہیں۔

## مشاعرے:

باضابطہ تنقید کے آغاز سے پہلے ہمیں مشاعرے میں بھی تنقیدی نظریات اور تنقید کی روایت ملتی ہے اور اس کی شکل یہ ہوتی تھی کہ رؤسا اور نواب حضرات مشاعرے منعقد کرواتے تھے اور جس میں شعرا اپنا کلام پیش کرتے تھے، اسی مجلس میں دوسرے شعرا زبان و بیان، عروض اور علم قافیہ کی بنیاد پر تنقیدیں کرتے تھے اور اچھا پڑھنے والے کو "واہ واہ" اور "سبحان اللہ" کہہ کر داد بھی دیتے تھے، یہی تنقیدی روایت ہے۔

## اساتذہ کی اصلاح:

اردو تنقیدی کے ارتقاء میں اساتذہ شعرا کی اصلاحوں کا بھی بہت اہم کردار ہے، اساتذہ کو شعرا اپنا کلام دکھلاتے تھے اور وہ قطع و برید کے ذریعہ تنقید کا فریضہ ادا کرتے تھے، ڈاکٹر عبادت بریلوی نے اصلاح کا مقصد بیان کیا ہے "ان اصلاحوں کا مقصد شاگرد کی شاعرانہ تربیت ہوتی تھی اور اس کی اصلاح سے اس کو فصاحت و بلاغت، زبان و بیان کے نشیب سے آگاہی ہو جاتی (ص:۱۲۱ اردو تنقید کا ارتقا)، سودا، حاتم، میر حسن، مصحفی، انشاء، غالب، ذوق، آتش، ناسخ، انیس، اور حالی وغیرہ نے اساتذہ سے اصلاحیں لی ہیں اور اساتذہ کی تنقیدی بصیرتوں سے استفادہ کیا ہے۔

## تقریظ:

اردو تنقید کے ارتقا میں تقریظ کی بھی بہت اہمیت رہی ہے، تقریظ سے مراد مدح یا تعریف لیا جاتا ہے، عربی میں تنقید کے معنی میں ہی استعمال کیا جاتا ہے مگر اردو میں قدیم زمانے سے کتابوں پر تعریفی کلمات لکھنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اس کی شروعات عکاظ کے بازار سے ہوتی ہے وہاں جو تنقیدیں ہوتی تھیں اسے تقریظ نام دیا جاتا تھا۔ اردو میں بھی کچھ حضرات نے محاسن کے ساتھ ساتھ معایب کی بھی تقریظ میں نشاندہی کی ہے، جیسے غالب نے سرسید کی مرتبہ کتاب "آئین اکبری" کے لیے جو تقریظ لکھی تھی اس میں برائیاں بھی تھیں، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس نے بھی اردو تنقید کے ارتقاء میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

## خطوط:

ماضی میں یہ بھی رواج رہا ہے کہ شعرا حضرات اپنے خطوط میں ضمنی طور پر یا کسی شاگرد کی فرمائش اور استفسار پر خطوط میں تنقیدی خیالات کا اظہار کرتے تھے، غالب، سرسید، حالی، شبلی، امیر مینائی، اقبال اور رشید احمد صدیقی کے خطوط میں یہ چیزیں ملتی ہیں۔

## تذکرے:

تذکروں نے اردو تنقید کے باضابطہ آغاز میں پل کا کردار ادا کیا ہے اٹھارہویں صدی کے وسط سے فارسی تذکروں کے زیر اثر اردو شعرا کے فارسی زبان اور پھر اردو میں تذکرہ لکھنے کا رواج شروع ہوا اور میر تقی میر کے نکات الشعرا سے لے کر محمد حسین آزاد کی کتاب "آب حیات" تک درجنوں تذکرے لکھے گئے، جن میں بنیادی طور پر شاعر کے مختصر حالات، اس کے کلام پر تبصرہ اور کلام کا انتخاب شامل کیا جاتا تھا، فارسی میں اس لیے لکھتے تھے کہ فارسی علمی اور ادبی زبان تھی اور دوسرے فارسی کا دائرہ بہت وسیع تھا، اردو شعرا کا بھی تعارف زیادہ دور تک اسکے ذریعہ سے ہو سکتا تھا، اردو زبان میں لکھا جانے والا پہلا تذکرہ گلشن ہند ہے جسے مرزا علی لطف نے ۱۸۰۱ء میں تحریر کیا اردو شعرا کے تذکروں میں اہم کتاب میر تقی میر کی "نکات الشعرا" قائم چاند پوری کی "مخزن نکات" فتح علی حسینی کی تذکرہ ریختہ گویاں "لچھمی نرائن شفیق کی "چمنستانِ شعرا" وجیہہ الدین عشقی کی "تذکرہ عشقی" غلام حسین شورش کی "تذکرہ شورش"۔ قدرت اللہ شوق رامپوری کی "طبقات الشعرا" ابوالحسن امر اللہ الہ بادی کی "تذکرہ مسرت افزا"، مردان علی خاں کی "گلشن سخن"، ابراہیم خلیل کی "گلزار ابراہیم" مصحفی کی ریاض الفصحا "تذکرہ ہندی اور عقد ثریا، شیفتہ کی "گلشن بے خار" ناصر کی "خوش معرکہ زیبا" اور محمد حسین آزاد کی "آب حیات" ہیں۔ آب حیات آخری تذکرہ ہے بعض حضرات اسے تاریخ میں شامل کرتے ہیں اس لیے کہ جن مورخین نے بھی اردو شعرا کی تاریخ مرتب کی ہے تو آب حیات سے ہی اصل اپنا چلو بھرا ہے اس میں تاریخ کے ساتھ ساتھ تنقید بھی ہے۔ اس لیے اسے تذکرہ اور تنقید کے درمیان ایک کڑی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

## محمد حسین آزاد (۱۸۲۹۔۱۹۱۰):

محمد حسین آزاد ہی وہ شخص ہیں جنہوں نے آب حیات لکھ کر باضابطہ اردو تنقید کی راہ ہموار کی، ان کا شمار اردو کے عناصر خمسہ میں ہوتا ہے، ان کا بنیادی نظریہ ہے کہ شاعری وہبی چیز ہے، شاعری رحمت الٰہی کا فیضان ہے، شاعری میں اخلاقیات اور صالح اقدار اصل ہیں، تاثراتی نقطہ نظر کو اصل قرار دیتے ہیں، انداز بیان، صفائی کلام، برجستگی، فصاحت، بلاغت، اسلوب اور لفظی محاسن پر زور دیتے ہیں اور شاعری کو صنعت گری قرار دے کر معنی و مفہوم کو ہی اصل چیز قرار دیتے ہیں۔

## حالی اور مقدمہ شعر و شاعری (۱۸۳۷تا۱۹۱۴):

الطاف حسین حالی نے مقدمہ شعر و شاعری (۱۸۹۳) کے ذریعہ باضابطہ اردو تنقید کی داغ بیل ڈالی، حالی نے مشرقی ادب کا گہرائی و گیرائی سے مطالعہ تو کیا ہی تھا ساتھ ہی ساتھ انہوں نے مغربی ادبیات اور ان کے تنقیدی نظام کا بھی بغور مطالعہ کیا اور اپنے جدید و قدیم غزل کے مجموعے پر مقدمہ لکھ کر تنقید نگاری کا آغاز کر دیا، اس کتاب کو حالی نے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے پہلے حصے میں شعری نظریات اور دوسرے حصہ میں عملی تنقید کو بیان کیا ہے، حالی نے تنقید کی بنیاد مشرقی نظریات پر رکھی ہے، یہ بھی شاعری کو عطیہ الٰہی قرار دیتے ہوئے اس کے ذریعہ معاشرہ کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں، انہوں نے شاعر کے لیے تین چیزوں کو ضروری قرار دیا ہے (۱) تخیل (۲) مطالعہ کائنات اور (۳) تفحص الفاظ اور شعر کے لیے سادگی، اصلیت، اور جوش کو اصل قرار دیا ہے، انہوں نے بہت سے مغربی علما اور ناقدین کا حوالہ دیا ہے اور ان کے تصورات کو بھی پیش کیا ہے مگر اس کو بھی عربی اور فارسی تنقیدی کتابوں سے ہی ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

## شبلی نعمانی (۱۸۷۵۔۱۹۱۴ء):

اردو اولین تنقید نگاروں میں اہم مقام اور مرتبہ پر فائز لوگوں میں علامہ شبلی بھی ہیں، ان کے فکر و فن اور نقطہ نظر کا دائرہ عربی، فارسی اور ارسطو سے ملا ہوا ہے۔ انہوں نے شعر العجم جیسی معرکۃ الآرا کتاب لکھ کر اپنے تنقیدی خیالات کا اظہار کیا ہے، یہ نظام بلاغت و فصاحت، روزمرہ، محاورہ، تشبیہ، استعارہ، منظر نگاری، واقعہ نگاری اور جذبات نگاری کو بنیاد بنا کر تنقید کرتے ہیں اس کا اندازہ موازنہ انیس و دبیر سے لگایا جا سکتا ہے، (بقیہ صفحہ ۱۲ پر)

# کوئی سالارِ سفینہ روز ڈھونڈے ہے نظر

مولانا محمد رضوان القاسمی

آج پوری دنیا میں مسلمان سخت بے چینی اور اضطراب کا شکار ہے، خانگی معاملات ہوں یا دیہی وشہری امور یا ملکی اور عالمی مسائل، ہر سطح پر دقتوں، پریشانیوں، مصیبتوں اور آفتوں کا سامنا ہے، پوری دنیا آج مسلمانوں کے خلاف صف آرا ہو چکی ہے "الکفر ملة واحدة" کا نظارہ آنکھوں کے سامنے ہے، مسلم کمیونٹی کو ہر اعتبار سے اور ہر سطح پر مفلوج بنانے کی تیاریاں زوروں پر ہیں، قومیں ایک دوسرے کو مسلمانوں پر پکار رہی ہیں اور ان کے لیے soft target بنا ہوا ہے، تعلیمی میدان ہو یا اقتصادی اور معاشی، ملازمت کا مسئلہ ہو یا صنعت وتجارت کا، ہر سطح پر مسلمانوں کو پیچھے دھکیلنے کی مہم چلائی جارہی ہے، بلکہ ان سب سے بڑھ کر اس وقت مسلمانوں میں نظریاتی انقلاب اور برین واشنگ کی ضرورت محسوس کی جارہی ہے، ان کی نظر میں وہ مسلمان تحسین ومبارک باد کا مستحق ہے، جو سود کو وقت کی ضرورت بتا کر جائز قرار دے دے شراب کو اتنی مقدار میں پینے کی اجازت دے دے جس سے نشہ نہ آئے، پردے اور جنسی بے راہ روی کو دعوت کا ذاتی معاملہ بتانے اور داڑھی کو غیر ضروری تصور کرے وغیرہ وغیرہ۔

ایسے مسلمانوں کو تہذیب یافتہ، ترقی پسند، روشن خیال، وقت کے تقاضوں کو سمجھنے والا اور زمانے کی رفتار کے ساتھ چلنے والا تصور کیا جاتا ہے۔

اور جو دین ومذہب کی باتیں کرتا ہو، جنت ونار کے مناظر اور ہولناکیاں بیان کرتا ہو، شیطان اور فرشتوں کا اقرار کرتا ہوں مافوق الفطرت اور غیب کی باتیں بیان کرتا ہو، مردوں کے لیے ٹوپی، داڑھی یا عورتوں کے لیے برقع حجاب کی حمایت کرتا ہو اور مرد وزن کے آزادانہ اختلاط کی مخالفت کرتا ہو اور قرآن وسنت کو اپنا نصب العین قرار دیتا ہو، اسے ناآشنائے تمدن، رجعت پسند، تاریک خیال، تنگ نظر، دقیانوسی، اونٹوں کی تہذیب اور پتھر کے دور میں زندگی گذارنے والا قرار دیا جاتا ہے۔

پہلے فریق کی حوصلہ افزائی اور دوسرے کی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے، تاکہ عوام الناس پہلے سے مانوس اور دوسرے سے متنفر ہوں اور اس راہ سے مسلمانوں میں غیر اسلامی نظریات پھیلانے اور مسلمانوں کو اسلام کی مین لائن سے دور کرنے کا موقع مل سکے۔

یہ غیر اسلامی طاقتوں کا صرف ایک پروگرام نہیں، بلکہ اس پر عمل ہورہا ہے اور آج مسلمانوں کا ایک طبقہ ایسا سیکولر بن بھی بن چکا ہے، آج جو بھی فرد، ادارہ یا ملک چاہتا ہے، مسلمانوں ی دل آزاری کرتا ہے، کبھی قرآن سوزی کی جاتی ہے، تو کبھی قرآن کریم کو بیت الخلاؤں میں ڈال کر بے حرمتی کی جاتی ہے، کبھی حجاب ولباس پر پابندی عائد کی جاتی ہے، تو کبھی گنبدوں اور میناروں کو نشانہ بنایا جاتا ہے، کبھی ٹوپی اور داڑھی کو دہشت گردی کی علامت قرار دیا جاتا ہے، تو کبھی مدارس اسلامیہ اور امن کے گہواروں کو دہشت گردی کا اڈہ بتایا جاتا ہے، کبھی مسلم بادشاہوں اور خلفاء کی کردار کشی کی جاتی ہے، تو خود پیغمبر انقلاب اور پیکر امن وآشتی کا...... کارٹون بنایا جاتا ہے۔

کبھی فلسطین کی سرزمین چھین کر نقطۂ ناپاک اسرائیل کو بسایا جاتا ہے، کبھی عراق کے نہتے مسلمانوں کے ساتھ ہولوکاسٹ کی تاریخ دہرائی جاتی ہے، تو کبھی ایران پر اقتصادی پابندیاں لگا کر اس کو نیم جاں بنانے کی کوشش کی جاتی ہے تو کبھی گہوارۂ امن مکہ اور مدینہ کو دہشت گردی کا اڈہ بتا کر ہیروشیما اور ناگاساکی کی طرح صفحۂ ہستی سے مٹانے کا سبق پڑھایا جاتا ہے۔

آج یہ سب ہمارے ساتھ ہورہا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ بقول غالب ع

ہیں آج کیوں ذلیل کہ کل تک نہ تھی پسند　　گستاخی فرشتہ ہماری جناب میں

جواب صرف ایک ہے کہ کل تک ہمارا ایک امیر تھا، جس کے ہم مامور تھے، ہمارا ایک امام تھا، جس کے ہم مقتدی تھے، ہم نے ایک کو رہبر بنا رکھا تھا، جس کی وجہ سے کوئی ہماری طرف گستاخ نگاہوں سے دیکھنے کی جرأت بھی نہیں کر پاتا تھا کل ہماری صفوں میں اتحاد اور اخوت تھی، جس کی وجہ سے

کل ۳۱۳ تھے لرزتا تھا زمانہ　　ہیں آج کروڑوں بھی غلامی کے حوالے

کل سمع وطاعت کو ہم نے اپنا شیوہ اور اسلام کی سربلندی کو اپنا شعار بنا رکھا تھا، جس کے نتیجے میں امیر کوئی بھی ہو، میدان ہمارے ہاتھ میں ہوتا تھا اور فتح ہمیں نصیب ہوتی تھی۔

لیکن آج ہم میں نہ سمع وطاعت کا مادہ ہے، نہ اسلام کی سربلندی کا جذبہ، نہ اتحاد واتفاق کی خو ہے نہ امیر ورہبر کا خیال، بلکہ فقدان قیادت کے نقصان کا احساس ہی جاتا رہا ہے۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا　　کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

سچ کہا ہے اقبالؒ نے

قوت فکر وعمل پہلے فنا ہوتی ہے　　پھر کسی قوم کی شوکت پہ زوال آتا ہے

یہ کہنا بھی بجا ہے

جن کو آتا نہیں دنیا میں کوئی فن، تم ہو　　نہیں جس قوم کو پروائے نشیمن، تم ہو
بجلیاں جس میں ہوں آسودہ وہ خرمن، تم ہو　　بیچ کھاتے ہیں جو اسلاف کے مدفن، تم ہو
ہوں نکو نام جو قبروں کی تجارت کرکے　　کیا نہ بیچو گے مل جائیں صنم پتھر کے

اور اس کا مصداق بھی ہم ہی ہیں......

کون ہے تارک آئین رسول مختار
مصلحت وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار
کس کی آنکھوں میں سمایا ہے شعار اغیار
ہو گئی کس کی نگہ طرز سلف سے بے زار

قلب میں سوز نہیں، روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغام محمد کا تمہیں پاس نہیں

اور یہ بھی حق ہے......

ہر کوئی مست مئے ذوق تن آسانی ہے
تم مسلمان ہو؟ یہ انداز مسلمانی ہے؟
حیدری فقر ہے، نہ دولت عثمانی ہے
تم کو اسلاف سے کیا نسبت روحانی ہے؟
وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

اقبالؒ نے ہمارے اور صحابۂ کرام کے معاشرے کی کیسی منظر کشی کی ہے......

تم ہو آپس میں غضبناک، وہ آپس میں رحیم
تم خطا کار وخطا بیں، وہ خطا پوش وکریم
خود کشی شیوہ تمہارا، وہ غیور وخوددار
تم اخوت سے گریزاں، وہ اخوت پے نثار
تم ہو گفتار سراپا، وہ سراپا کردار
تم ترستے ہو کلی کو، وہ گلستاں بکنار

ملت اسلامیہ کے غیور فرزندا ضرورت اس بات کی ہے کہ آج ہم اپنے اندر تبدیلی پیدا کریں اور اپنے آپ کو اسلاف کے راستے پر ڈال دیں، کہ اسی میں سرخروئی ہے اور یہی کامیابی کا راز ہے، وقت آگیا ہے کہ اسلاف کا قلب وجگر تلاش کر کے پھر خلافت کی بنا استوار کریں، اقبالؒ نے کہا ہے:

تاخلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار　　لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

اگر ہم نے اپنے کو نہیں بدلا تو یاد رکھے ہماری حالت کبھی بدلنے والی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمانِ عالیشان ہے: "إن الله لايغفر مابقوم حتى يغير وا مابانفسهم" (سورہ رعد، آیت:۱۱)

ضرورت ہے کہ ہم اپنے ایک امام اور رہبر کی بات مانیں اور اپنے آپ کو سمع وطاعت کا خوگر بنائیں، کیوں کہ مسلمانوں کی جماعت اور اجتماعیت کے لیے امام ہونا ضروری ہے، امام کے بغیر مسلمانوں کا ایک صالح معاشرہ برپا ہی نہیں ہوسکتا ہے اور سمع وطاعت کے بغیر کوئی امام ہی متصور نہیں ہوسکتا ہے، آج وقت پکار پکار کر یہ کہہ رہا ہے:

قریہ قریہ بستی بستی خون مسلم سے ہے تر
کفر کے ہاتھوں صف اسلام ہے زیر وزبر
کوئی سالار سفینہ روز ڈھونڈے ہے نظر
نیل کے ساحل سے لے کر تابہ خاک کا شغر

ملت اسلامیہ کی کامرانی کے لیے......

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے

**بقیہ ...... مشرقی تنقید کا بنیادی نظریہ**

شبلی مصوری کو شعر کی اصل قرار دیتے ہوئے لفظ کو معنی پر فوقیت دیتے ہیں۔ غرض اردو تنقید کے ارتقا کے باب میں شبلی کو نہیں بھلایا جاسکتا۔ ان حضرات کے علاوہ اور بھی بہت سے تنقید نگار ہیں جن کا نقطۂ نظر مشرقی تنقید کی بنیاد پر ہے جن میں سرفہرست عبدالرحمٰن بجنوری بھی ہے، جنہوں نے محاسن کلام غالب کے ذریعہ اپنے تنقیدی نظریات کو عام کیا، اس کے علاوہ کچھ مشرقی علماء ایسے بھی ہیں جو اپنی تنقید کا محور مغرب کو قرار دیتے ہیں پھر بھی مشرقی تنقیدی نظام کا سہارا بھی ضرور لیتے ہیں۔

**حرف آخر:**

تنقید جانچنے اور پرکھنے کے عمل کو کہا جاتا ہے ادبی تنقید سے مراد کسی نظریہ کے پیش نظر ادبی شہ پاروں اور شاعری کو جانچ کر اس کے محاسن ومعائب کی نشاندہی کی جائے، مشرقی تنقید میں بہت سی زبانیں شامل ہیں، مگر جب اردو کے حوالہ سے گفتگو ہوتی ہے تو عربی، فارسی اور سنسکرت کو سامنے رکھا جاتا ہے چینی اور جاپانی زبانوں میں بھی ہمیں قدیم تنقیدی رجحانات ملتے ہیں، مشرقی تنقید کا بنیادی نظریہ ہے کہ الفاظ کی زیبائش شاعری کی ہیئت اور فنی محاسن سے بحث کی جائے، مشرقی شعریات میں علم بیان، معانی، بدیع، عروض اور علم قافیہ کو اہم مقام حاصل ہے۔ ارسطو کے زمانہ سے قریب ہی ہندوستان میں بھرت منی نے ناٹیہ شاستر کے ذریعہ تنقیدی نظریہ کا اظہار کیا تھا، اسی سے مشرقی تنقید کی قدامت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، اردو تنقید کی باضابطہ آغاز سے پہلے شاعری، مشاعرے، خطوط، تقریظ اساتذہ کی اصلاح اور تذکروں میں بھی تنقیدی نظریات ملتے ہیں حالی نے مقدمہ شعر وشاعری لکھ کر باضابطہ اردو میں تنقید کی بنیاد ڈالی، مشرقی تنقید نگاروں میں محمد حسین آزاد الطاف حسین حالی، شبلی نعمانی اور عبدالرحمٰن بجنوری کا نام کافی اہمیت سے لیا جاتا ہے۔

Scanned with CamScanner

# مسلمانوں کی کامیابی میں اجتماعیت کا کلیدی رول

مفتی تنظیم عالم قاسمی

اسلام کی آمد سے قبل لوگ مختلف قبیلوں، خاندانوں اور گھروں میں بٹے ہوئے تھے، ہر قبیلہ اور ہر خاندان اپنے قبیلے اور خاندان کے لوگوں کو"اپنا" تصور کرتے تھے، ان کی نظر میں دوسرے قبیلے کے افراد"بیگانے" تھے، یہی وجہ ہے کہ جب بھی کسی قبیلے کے ایک فرد کا دوسرے قبیلے کے کسی شخص سے جھگڑا ہوتا تو دونوں طرف سے تمام قبیلے والے اٹھ کھڑے ہوتے اور جب تک بدلہ نہ لیتے، چین سے نہیں بیٹھتے تھے، گویا قبائل عرب میں نسلی اور نسبی رشتوں کو مرکزِ وحدت سمجھا گیا، قریش ایک قوم اور بنوتمیم دوسری قوم سمجھی جاتی تھی اور کہیں رنگ کا امتیاز اس وحدت کا مرکز بن رہا تھا کہ کالے لوگ ایک قوم اور گورے دوسری قوم سمجھے جاتے، کہیں وطنی اور لسانی وحدت کو مرکزِ اتحاد بنایا گیا تھا اور کہیں آبائی رسم ورواج کو اپنائیت اور اتحاد کا اصل اور معیار قرار دیا گیا تھا، لیکن جب اسلام آیا تو اس نے رنگ و نسل، زبان و وطن، خاندان اور دوسرے امتیازی نشانات کو مٹا دیا۔ اب امتیاز کی علامت اسلام تھا، یعنی ایک گروہ وہ جو اسلام کو ماننے والا تھا اور دوسرا وہ جو اس کا منکر تھا۔ اسلام کی آمد کے بعد اسلام اور کفر کو اتحاد کا معیار قرار دیا گیا، یعنی جو لوگ توحید پرست ہیں وہ سب آپس میں بھائی بھائی ہیں، خواہ ان کا تعلق کسی بھی نسل کسی بھی قوم اور زبان سے ہو اور جنہوں نے وحدانیت ورسالت کا اقرار نہیں کیا، وہ غیر ہیں، خواہ وہ خاندانی اور نسلی اعتبار سے حقیقی بھائی ہی کیوں نہ ہوں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ جو پہلے غلام اور حبشہ کے رہنے والے تھے، اللہ تعالی نے اسلام کے سبب انہیں وہ عزت عطا فرمائی کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسی عظیم شخصیت انہیں یاسیدنا (اے ہمارے آقا) کے لفظ سے خطاب کرتے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج سے تشریف لائے تو ان سے فرمایا کہ میں نے جنت میں تمہارے قدموں کی آواز سنی ہے۔ (مشکوٰۃ:574)

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ ملکِ روم سے تشریف لائے تھے، لیکن جب اسلام سے وابستہ ہو گئے تو انہوں نے بڑا اونچا مقام پایا۔ ایران کے رہنے والے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپؐ نے ارشاد فرمایا: سلمان منا اہل البیت یعنی سلمان فارسی ہمارے گھر والوں میں شامل ہیں۔ یہ اور اس طرح کی بے شمار مثالیں ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام نے رنگ ونسل اور زبان و وطن کے بتوں کو توڑ دیا اور تمام رشتوں سے اسلام کو سب سے مضبوط رشتہ قرار دیا۔ یہی وجہ ہے کہ سچے دل سے اسلام کے بعد شریعتِ اسلامی نے عربی، فارسی، ترکی، ہندی اور دیگر قوموں کو ایک رشتے سے جوڑ دیا اور سب کو انما المؤمنون اخوۃ (تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں) کہہ کر ایک دوسرے کے تئیں ہمدردی، محبت اور حسن سلوک کی تاکید کی۔ اس کے برعکس ابولہب کے احوال دیکھئے، وہ نہ صرف عربی النسل اور قریش ہے بلکہ خاندانِ نبوت سے اس کا گہرا رشتہ ہے، پھر بھی قرآن کریم میں اس پر لعنت نازل ہوئی اور اللہ کی نظر میں اسے ناپسندیدہ اور ملعون قرار دیا گیا، اس لیے کہ کفر ایسی ناپاک شئے ہے جس سے کبھی سمجھوتہ نہیں کیا جا سکتا۔

قرآن نے مؤمنین کی صفت یہ بیان کی ہے کہ وہ لوگ جو کافر اور مشرک ہیں ان سے یہ دوستی اور تعلق نہیں رکھتے، خواہ وہ ان کے والدین، حقیقی بھائی بہن اور رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، اس لیے کہ اسلام کا رشتہ، خون کے رشتے سے بھی زیادہ مضبوط اور مستحکم ہے۔ ارشاد ہے: ''جو لوگ اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، آپ انہیں نہ پائیں گے کہ وہ ایسوں سے دوستی رکھیں جو اللہ اور اس کے پیغمبر کے مخالف ہیں، خواہ وہ لوگ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے کنبے والے ہی کیوں نہ ہوں۔'' (سورہ المجادلۃ، آیت:۲۲)

یہی مضمون سورہ آلِ عمران آیت ۱۲۸ اور سورہ ممتحنہ کی ابتدائی آیات میں بیان کیا گیا ہے، صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بیشتر ایسے واقعات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں اسلام اور کفر کی بات آگئی ان لوگوں نے ہمیشہ اسلام کا ساتھ دیا، اسلام کے رشتے کو فوقیت دی اور کفر سے بیزاری اختیار کی، خواہ وہ اپنے گھر اور خاندان کا ہی مسئلہ کیوں نہ ہو، جیسے غزوہ بنی مصطلق ۵ ھ میں سفر سے واپسی میں عبداللہ بن اُبی جو منافقین کا سردار تھا، اس کی زبان سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں یہ جملہ نکل گیا کہ"ہم مدینہ جب لوٹ کر جائیں گے تو عزت والا وہاں سے بے عزت لوگوں کو نکال باہر کرے گا" عزت والے سے مراد اس نے اپنے آپ کو اور منافقین کے گروہ کو لیا تھا اور بے عزت سے مراد (نعوذ باللہ) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کو لیا تھا۔ شانِ رسالت میں یہ بڑی گستاخی تھی، اس لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تجویز پیش کی کہ اس کا سر قلم کر دیا جائے۔ یہ خبر عبداللہ بن اُبی کے بیٹے کو پہنچی، جن کا نام بھی عبداللہ تھا اور یہ پکے مسلمان تھے۔ یہ فوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اگر آپ کا ارادہ میرے باپ کو اس کی اس گفتگو کے نتیجے میں قتل کرنے کا ہے تو آپ مجھے حکم دیجیے میں اپنے باپ کا سر کاٹ کر آپ کی خدمت میں اس سے پہلے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مجلس سے اٹھیں پیش کر دوں گا، اس لیے کہ مجھے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ان کی کوئی چیز برداشت نہیں ہو سکتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہ میرا ارادہ اس کے قتل کا ہے نہ میں نے کسی کو اس کا حکم دیا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ کے قریب وادہ عقیق میں پہنچے تو عبداللہ بن اُبی منافق کے مؤمن صاحبزادے حضرت عبداللہ آگے بڑھے اور تمام سواریوں میں تلاش کرتے ہوئے اپنے باپ کی سواری کے قریب پہنچ کر باپ کی اونٹنی کو بٹھا دیا اور اس کے گھٹنے پر پاؤں رکھ کر باپ سے خطاب کیا کہ خدا کی قسم! تم مدینہ میں داخل نہیں ہو سکو گے جب تک رسول اللہ صلی اللہ وسلم تمہیں داخل ہونے کی اجازت نہ دیں اور جب تک تم یہ بات واضح نہ کرو کہ تم نے جو بات کہی ہے کہ عزت والا ذلت والے کو نکال دے گا، اس میں عزت والا کون ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا تم؟ کچھ دیر کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں سے گذر ہوا تو دیکھا کہ عبداللہ ابن اُبی منافق، اپنے بیٹے سے مجبور ہو کر یہ کہہ رہا ہے کہ میں تو بچوں اور عورتوں سے بھی زیادہ ذلیل ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر صاحبزادے سے کہا کہ ان کا راستہ چھوڑ دو، مدینہ جانے دو، تب بیٹے نے راستہ چھوڑا۔

باپ سے کس بیٹے کو محبت نہیں ہوتی، عبداللہ بن اُبی کے مؤمن صاحبزادے کو بھی اپنے باپ سے کافی محبت تھی، بالخصوص اس لیے کہ وہ صحابی تھے اور ایک صحابی کو والدین کے مراتب اور درجات سے مکمل واقفیت ہوتی ہے، لیکن جب ان کی زبان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک شان میں گستاخانہ کلمہ سنا تو وہ برداشت نہیں کر سکے، اس لیے کہ آپ کی عظمت و محبت پر تمام محبتیں قربان ہیں اور اسلام کا رشتہ خاندانی اور خون کے رشتے سے بھی زیادہ مضبوط و مستحکم ہے، جب دونوں رشتے آپس میں ٹکرا جائیں تو اسلام کے رشتے کو اختیار کیا جائے گا، کیوں کہ یہی ایمان وعقائد کا خلاصہ ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے والد نے ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کچھ گستاخانہ کلمہ کہہ دیا تو حضرت ابوبکرؓ جو بہت ہی رحم دل انسان تھے، تحمل نہ کر سکے، ان کو غصہ آگیا اور زور سے ایک طمانچہ رسید کیا، جس سے ابوقحافہ گر پڑے۔ آپ کو اس کی اطلاع ملی تو فرمایا: آئندہ ایسا نہ کرنا۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے والد جراح، غزوہ احد میں کفار کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلے کے لیے آئے تو میدانِ جہاد میں وہ بار بار حضرت ابوعبیدہ کے سامنے آتے، وہ ان کے درپے تھے، یہ سامنے سے ہٹ جاتے، جب انہوں نے مسلسل یہ صورت اختیار کی تو ابوعبیدہ نے اپنے باپ کو قتل کر دیا۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے خود اپنے بھائی عبید بن عمیر کو اُحد کے دن اپنے ہاتھ سے قتل کیا تھا۔ اس طرح کے کتنے ایسے واقعات ہیں کہ مسلمانوں نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنے ہی کا فر رشتہ داروں کو قتل کیا ہے، کیوں کہ اسلام کا رشتہ اصل رشتہ ہے، جس پر دنیا کے تمام رشتے قربان ہیں۔ (قرطبی:۱۸/۱۹۹)

ابوسفیان ایک مرتبہ حالتِ کفر میں اپنی بیٹی ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے ملنے کے لیے مدینہ آئے، اپنی بیٹی کے گھر پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھنا چاہا، حضرت ام حبیبہ نے بستر لپیٹ دیا، یہ دیکھ کر ابوسفیان نے پوچھا: کیا بات ہے؟ کیا تم نے مجھے اس بستر کے قابل نہیں سمجھا یا تم اس بستر کو میرے لائق نہیں سمجھتی؟ حضرت ام حبیبہؓ نے فرمایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک بستر ہے، جب کہ آپ مشرک ہیں، مجھے یہ گوارا نہیں کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھیں۔ ابوسفیان نے کہا: بیٹی میرا ساتھ چھوٹنے کے بعد تمہارے اندر بگاڑ آگیا ہے۔ (ابن ہشام:۲/۳۹۶)

حضرت اسماء بنتِ ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ان کی والدہ بحالتِ کفر مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ آئیں اور اپنی بیٹی اسماء کے لیے کچھ تحفے ساتھ لائی تھیں، حضرت اسماءؓ نے ان کا تحفہ قبول کرنے سے انکار کر دیا، بلکہ اپنے گھر میں داخل ہونے کی بھی اجازت نہیں دی، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معاملہ بیان کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اپنی والدہ کے ساتھ صلہ رحمی کرو، اس کے بعد انہوں نے اپنی والدہ کو اندر آنے کی اجازت دی۔ (صحیح بخاری) واضح رہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دوسری بیوی ام رومان کے بطن سے تھیں اور یہ مسلمان ہو گئی تھیں۔

مذکورہ دونوں واقعات سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مردوں کی طرح عورتوں اور صحابیات میں بھی یہی جذبہ کارفرما تھا کہ اسلام کا رشتہ سب سے بڑا رشتہ ہے، جس نے اسلام قبول کر لیا درحقیقت وہی بھائی اور بہن کہلانے کے لائق ہے اور جس نے کفر کو اختیار کیا وہ اس قابل نہیں کہ اس کی عزت وتکریم کی جائے، غرض اسلام نے تمام بنی نوع انسان کو صرف دو حصوں میں تقسیم کیا ہے، ایک مسلمان اور دوسرے مشرک اور کافر۔ اس کے علاوہ خاندانی، وطنی، علاقائی، لسانی اور دوسری دیواریں منہدم کر دی گئیں، محض خاندان، وطن یا زبان اس قابل نہیں کہ اسے عزت و امتیاز اور تشخص کی علامت قرار دیا جائے، اگر کوئی اسے نصرت وتعاون کی بنیاد قرار دیتا ہے تو وہ غلط راہ پر ہے، جس کی اسلام میں گنجائش نہیں، وطنی یا نسبی قومیت کی بنیاد پر تعاون وتناصر جاہلیت کا طریقہ ہے، اس کے ترک کا حکم دیا گیا ہے۔

ایک غزوہ میں مسلمانوں کا لشکر ایک پانی کے چشمے کے اردگرد جمع تھا، کسی بات پر ایک مہاجر اور ایک انصاری میں جھگڑا ہو گیا، مہاجر نے مہاجرین کو یا للمہاجرین اور انصاری نے انصار صحابہ کو یا للانصار کہہ کر پکارا، دونوں کی مدد کے لیے کچھ افراد پہنچ گئے اور قریب تھا کہ مسلمانوں کے درمیان فتنہ کھڑا ہو جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا علم ہوا تو فوراً موقع پر تشریف لے گئے اور سخت ناراضگی کے ساتھ فرمایا: **ابدعوی الجاهلیۃ و انا بین اظهرکم** "میری موجودگی میں تم لوگ جاہلیت کا نعرہ لگاتے ہو اور فرمایا: **دعوها فانها منتنۃ** ''اس نعرے کو چھوڑ دو، یہ بدبودار نعرہ ہے۔'' (صحیح مسلم)

یہ ایک حقیقت ہے کہ شریعت، مہذب اور شریفانہ القاب بہر طور پسند کرتی ہے اور ہر طرح اس کی حوصلہ افزائی کرتی ہے، لیکن جب ان القاب پر عصبیت کی گہری چھاپ پڑ جاتی ہے اور ان الفاظ والقاب کو غلط مقصد کے لیے استعمال کیا جاتا ہے تو ان کا استعمال ناجائز اور ترک واجب ہو جاتا ہے۔ انصار اور مہاجر کا لفظ حقیقت اور معنی کے اظہار کے لیے ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار اور مہاجرین کے لیے ان کی خصوصیات میں الگ الگ جملے بھی ارشاد فرمائے ہیں، مگر ان جملوں کے استعمال میں عصبیت کی راہ دینا غلط تھا، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کی نعرہ بازی سے منع فرمایا۔ زمانہ جاہلیت میں حسب ونسب اور خاندان وقبیلہ کی بنیاد پر تعاون کا سلسلہ جاری تھا، جس کو عصبیت کہا جاتا ہے۔ جو شخص متعصب ہوتا ہے اس کے پیش نظر یہ بات نہیں ہوتی کہ کون حق پر ہے اور کون ناحق ہے، بلکہ اپنی خاندانی، وطنی محبت کو بنیاد بناتے ہوئے اپنے تعاون کا اسے مستحق سمجھتا ہے اور اس کا ہر اعتبار سے مدد کرنے کو لازم سمجھتا ہے، جیسا کہ ایک صحابی نے عصبیت کے بارے میں سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عصبیت یہ ہے کہ تم ظلم پر اپنی قوم و جماعت کی حمایت کرو۔ اس کی مذمت بیان کرتے ہوئے آپ نے دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا: ''وہ ہم میں سے نہیں ہے جو عصبیت کی دعوت دے، نہ وہ شخص ہم میں سے ہے جو عصبیت کے سبب جنگ کرے، اسی طرح وہ شخص بھی ہم میں سے نہیں ہے جو عصبیت کی حالت میں مر جائے۔''

Scanned with CamScanner

# رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عائلی زندگی

مولانا شیر امینی

محسن انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں ان نقوش کی تلاش و جستجو، جو شب و روز کے لمحات میں بکھرے ہوئے ہیں اور جن کی اتباع کے بغیر کوئی شخص حقیقی فوز و فلاح سے ہمکنار نہیں ہوسکتا۔ پیغمبر اسلام کی سیرت طیبہ کا ایک اعجازی پہلو یہ بھی ہے کہ آپ کی حیات مبارکہ کا کوئی گوشہ تشنۂ تحقیق نہیں، اس اعتبار سے تمام انبیاء سابقین میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ممتاز اور منفرد نظر آتے ہیں یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خانگی اور عائلی زندگی کے چھوٹے بڑے واقعات تک کتابوں میں درج ہیں۔

کسی بھی انسان کے اخلاق کی سب سے بڑی آزمائش کی جگہ خود اس کا گھر ہے، گھر کے لوگوں سے صبح و شام اور شب و روز کا سابقہ پڑتا ہے، گھر کے ماحول میں انسان اپنا ''حقیقی مزاج'' چھپا نہیں سکتا، اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سب سے بہتر اخلاق اس کے ہیں جو اپنے اہل و عیال کے ساتھ بہتر اخلاق رکھتا ہو۔''

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی خارجی زندگی کی ذمہ داریاں اتنی متنوع اور وسیع تر تھیں کہ ان کے ساتھ اپنے اہل خانہ اور افراد خاندان کے لیے وقت نکالنا اور ان کے حقوق کی رعایت کرنا، آج کے زمانہ کو دیکھتے ہوئے۔ ایک مشکل ترین بات تھی، لیکن حیات مبارکہ کے مطالعہ سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ ازواج مطہرات ہوں یا اولاد، خدام ہوں یا اقربا متعلقین ہوں یا احباب، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کے حقوق کی رعایت فرماتے اور زندگی کے کسی بھی موڑ پر آپ اس سے غافل نظر نہیں آتے۔ ہر آن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے حقوق کی فکر دامن گیر رہتی، ایسا بھی نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ماتحت افراد کے لیے تند خو اور سخت گیر سرپرست کی حیثیت رکھتے ہوں بلکہ بیویوں کے حق میں ایک محبت کرنے والے شوہر، اولاد کے حق میں ایک شفیق و مہربان باپ اور خدام کے حق میں ایک فراخ چشم اور حلیم و بردبار آقا کی صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر ابھرتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو اپنے اہل (ازواج) کے لیے بہتر ہو اور میں اپنے اہل کے لیے تم سب سے زیادہ بہتر ہوں۔'' ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کامل ایمان والے وہ لوگ ہیں جو اخلاق کے اعتبار سے اچھے ہوں اور تم میں سب سے اچھے وہ حضرات ہیں جو اپنی بیویوں کے حق میں اچھے ہوں۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے گیارہ شادیاں کیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب مدینہ میں ہوتے تو عصر کی نماز کے بعد تمام ازواج کے پاس جاتے اور ہر ایک کی ضرورت معلوم کرتے اور اس کی تکمیل فرماتے، ازواج کے مابین شب باشی کی باری متعین ہوتی، گو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کی پابندی شرعاً لازم نہیں تھی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہ طور خود پوری سختی کے ساتھ اس کا اہتمام کرتے۔ ایک مرتبہ حضرت حفصہؓ نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہؓ کو ہبہ کردیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم معمول اور باری کے مطابق حضرت حفصہؓ کے گھر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ حضرت عائشہؓ موجود ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کہاں؟ یہ حفصہؓ کی باری ہے۔ حضرت عائشہؓ نے کہا: یہ تو اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ ازواج کے مابین انصاف کا خیال اور اس سلسلہ میں عنداللہ جواب دہی کا احساس اتنا شدید تھا کہ اللہ رب العزت سے دعا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب سفر پر روانہ ہوتے تو ازواج کے درمیان قرعہ اندازی کرتے جس کا نام قرعہ میں نکل آتا ان کو ساتھ لے جاتے۔

آپ کو بچوں سے بہت محبت تھی، راستہ میں بچے کھیلتے ہوئے مل جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو سلام کرتے۔ گھر میں بچوں کے ساتھ خوش مزاجی سے پیش آتے، ان کو کاندھے پر بٹھاتے، گود میں لیتے، پیار کرتے، چومتے۔ معلوم ہوا کہ مزاج میں اتنی سختی نہ ہونی چاہیے کہ بچے دیکھتے ہی سہم جائیں اور چھپنے لگیں۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ کسی ضرورت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی۔ میں نے محسوس کیا آپ کچھ اٹھائے ہوئے ہیں میں نے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہتھیلی کھولی، اس میں حضرت حسنؓ اور حسینؓ تھے آپ نے فرمایا یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں اے اللہ! ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان دونوں سے محبت فرما اور اس شخص سے بھی جو ان دونوں سے محبت رکھے۔

آپ کی عائلی زندگی بھی اسلام کے اس مزاج و مذاق کی آئینہ دار ہے ایک مرتبہ مسجد نبوی میں عید الفطر کے موقع پر چند حبشی نوجوان نیزوں سے کھیل رہے تھے، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں میں نے دیکھنے کی خواہش کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے کھڑے ہوگئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مونڈھے اور گردن کے درمیان سے میں کھیل دیکھتی رہی۔

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ جب رخصت ہوکر مدینہ آئیں تو اس وقت بھی ان کی عمر زیادہ نہ تھی اور اپنی سہیلیوں کے ساتھ گڑیوں کا کھیل کھیلا کرتی تھیں، لیکن آپ نے کبھی اس پر ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا۔ کبھی کبھی ازواج مطہرات کی موجودگی میں خوش طبعی کی باتیں بھی کرتے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ہم دونوں ایک ہی برتن سے غسل کرتے اور پانی لینے میں چھینا جھپٹی بھی ہوتی، کبھی دوڑ کا مقابلہ بھی ہوتا۔ ایک مرتبہ دوڑ کا مقابلہ ہوا، حضرت عائشہؓ دبلی پتلی تھیں، آگے بڑھ گئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے رہ گئے۔ پھر کچھ زمانے کے بعد یہی مقابلہ ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سبقت حاصل کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اس کا بدلہ ہوگیا۔

غلام و خدام کے ساتھ حسن سلوک: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آقاؤں سے خطاب کرتے ہوئے کہا: لوگو! جو خود کھاؤ، وہی ان کو بھی کھلاؤ، جیسا کپڑا خود استعمال کرو، وہی کپڑا ان کے لیے بھی تیار کرو، وہ تمہارے بھائی ہیں غلام کو بھائی قرار دے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دیوار کو منہدم فرمایا جو حاکم اور محکوم کے درمیان کھڑی کردی گئی تھی۔ خادموں کے ساتھ شب و روز اور ہر وقت کا ساتھ ہوتا ہے کوتاہی، لغزش، بھول چوک انسانی فطرت ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص حضرت انس بن مالک کا بیان ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی، لیکن کبھی اُف تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہا۔ اور نہ کبھی یہ کہا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا اور جس کام کو میں نہیں کرتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہیں فرماتے کہ تو نے یہ کام کیوں نہیں کیا۔ دس سال کی رفاقت کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ''اف'' تک نہیں کہا، یہ تحمل و بردباری اور شفقت کی ایک مثال ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک تھا کہ گھر میں داخل ہوتے تو آپ پہلے سلام کرتے اور ایسا انداز ہوتا کہ سونے والے بیدار نہ ہوں اور جو بیدار ہوں سلام کی آواز سن لیں اگر گھر میں کوئی چھوٹا موٹا کام ہوتا تو خود انجام دے لیتے۔ حضرت اسود سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں آکر کیا کرتے تھے؟ انھوں نے فرمایا: اپنے گھر والوں کی خدمت یعنی گھریلو زندگی میں حصہ لیتے تھے اور گھر کا کام بھی کرتے تھے مثلاً بکری کا دودھ دوھ لینا، اپنے نعلین مبارک سی لینا۔ (زاد المعاد) گھر میں جو کھانا تیار ہوتا حاضر کردیا جاتا آپ کی مرغوب اور پسندیدہ شئی ہوتی تو تناول فرماتے ورنہ خاموشی اختیار کرتے، لیکن کھانے میں کوئی عیب نہیں لگاتے، دن کے کھانے کے بعد تھوڑی دیر قیلولہ کرتے، رات میں عشاء کی نماز کے بعد غیر ضروری جاگنے کو بالکل ناپسند کرتے، آپ کا بستر بالکل معمولی ہوتا بسا اوقات چمڑے کا بستر ہوتا اور اس میں کھجور کی چھال بھری ہوتی اور کبھی چڑا ہوتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی پر آرام فرماتے۔

ایک کامل اور مکمل انسانی زندگی کی بنیادی شناخت یہ ہے کہ دنیا میں چھوٹے بڑے، حاکم و محکوم، دوست و دشمن، اپنے اور پرائے، امیر و غریب، ہر سطح اور ہر طبقہ کے لوگوں سے جہاں اس کے تعلقات روشنی میں ہوں اور لوگوں کے لیے مشعل راہ کا درجہ رکھتے ہوں، وہیں اپنی ازواج، خدام، اولاد، متعلقین اور اقرباء و رشتہ داروں میں بھی وہ محبوب و مقبول ہوں اور ان کے ساتھ تعلق و سلوک کے باب میں بھی اس کی زندگی اسوہ اور مثال ہو۔ اس طور پر دیکھا جائے تو پیغمبر اسلام کی زندگی اپنی مثال آپ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عائلی زندگی کا جو نقشہ بنایا اور خود اس پر عمل کرکے دکھایا، حقیقت یہ ہے کہ وہ عائلی اور ازدواجی زندگی کے لیے بہترین نمونہ اور ہر طرح کی بے سکونی کا علاج اور اکسیر ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے آئینہ میں ہم اپنی گھریلو زندگی کی صحیح صورت گری کرسکتے ہیں۔

## اعلان مفقود الخبری

### معاملہ نمبر ۲۴/۴۵۰۲/۱۴۴۲ھ

(متدائرہ دار القضاء امارت شرعیہ مصطفیٰ نگر سہرسہ)

**خوشبو پروین بنت محمد حنان مقام بھلاہی شاہ گنج وارڈ نمبر ۱۲، ڈاکخانہ بھلاہی ضلع سہرسہ۔ فریق اول**

**بنام**

**محمد اسلم ولد محمد اصغر مقام بستوارہ، ڈاکخانہ سمری، ضلع دربھنگہ۔ فریق دوم**

**اطلاع بنام فریق دوم**

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دار القضاء امارت شرعیہ مصطفیٰ نگر سہرسہ میں عرصہ چار سال سے غائب ولاپتہ ہونے، نان و نفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کیے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۰؍صفر المظفر ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۸؍ستمبر ۲۰۲۱ء روز منگل بوقت ۹؍بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

### معاملہ نمبر ۱۰/۱۵۴/۱۴۴۲ھ

(متدائرہ دار القضاء امارت شرعیہ شیوہر)

**شاہجہاں خاتون بنت شیخ علاء الدین مقام نرردوا، سل پور ضلع مشرقی چمپارن۔ فریق اول**

**بنام**

**محمد اشتیاق ولد مرحوم محمد سمیع اللہ مقام پہاڑ پور پوسٹ رگھوناتھ پور ضلع مظفر پور۔ فریق دوم**

**اطلاع بنام فریق دوم**

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دار القضاء امارت شرعیہ مدرسہ اسلامیہ عربیہ شیوہر میں غائب ولاپتہ ہونے، نان و نفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کیے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۱۸؍صفر المظفر ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۶؍ستمبر ۲۰۲۱ء روز اتوار بوقت ۹؍بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

### معاملہ نمبر ۲۸/۳۰۷۸/۱۴۴۲ھ

(متدائرہ دار القضاء امارت شرعیہ خانقاہ رحمانی مونگیر)

**راضیہ خاتون بنت محمد مظفر ساکن چورنبہ نئی مسجد کے پیچھے ضلع مونگیر۔ فریق اول**

**بنام**

**محمد نصیر الدین ولد محمد جمیل مرحوم ساکن مرزاپور بردہ ڈاکخانہ دریاپور مونگیر۔ فریق دوم**

**اطلاع بنام فریق دوم**

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دار القضاء امارت شرعیہ خانقاہ رحمانی مونگیر میں غائب ولاپتہ ہونے، نان و نفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کیے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۴؍صفر المظفر ۱۴۴۳ھ مطابق ۲؍اکتوبر ۲۰۲۱ء روز سنیچر بوقت ۹؍بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

Scanned with CamScanner

طب وسائنس

# بواسیر سے نجات کا قدرتی علاج؟

حکیم مفتی مشتاق احمد قاسمی

بواسیر ایک اذیت ناک، اور تکلیف دہ بیماری ہے، یہ بڑی آنت اور مقعد کی سوزش کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔ عوام الناس میں عام طور پر بواسیر کی تین اقسام بادی، خونی اور مسّوں والی سمجھی جاتی ہیں حالانکہ بواسیر کے یہ تین مختلف درجے ہوتے ہیں جو مرحلہ وار اپنی شدت دکھاتے ہیں۔ بہرحال بواسیر بادی ہو یا خونی یا مسّوں والی ہو یہ خطرناک مرض ہے۔

### بواسیر کے اسباب

بواسیر ایسے افراد میں زیادہ پائی جاتی ہے جو ذہنی دباؤ اور اعصابی تناؤ کی فضا میں کام کرتے ہیں۔ میٹابولزم کی سستی اور انتڑیوں کی کارکردگی کو متحرک رکھنے والے مفید بیکٹیریاز میں کمی یا خاتمہ ہوجانے سے بھی بواسیر کی علامات سامنے آنے لگتی ہیں۔

### متواتر قبض کشاء

ادویات جیسے چھلکا اسبغول اور جلاب آور مرکبات کا استعمال کرتے رہنے سے بھی انتڑیاں کمزور ہوجانے سے بواسیر سمیت انتڑیوں کے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ مرغن، بادی، گوشت، تیز مرچ مصالحے، چاول، بینگن، دال مسور، فاسٹ فوڈز، کولا مشروبات، بیکری مصنوعات اور ثقیل غذاؤں کے شوقین افراد بواسیر میں مبتلا ہیں۔ اسی طرح ایسے افراد جن میں خلط سودا کی افزائش قدرتی طور پر زیادہ ہوتی ہو یا سوداء پیدا کرنے والے غذائی اجزاء کے استعمال سے خلط سودا بڑھ جائے تو بھی بواسیر تنگ کرنے لگتی ہے۔ چائے، شراب اور سگریٹ نوش، پان، تمباکو اور نسوار کھانے والے افراد بھی اس موذی مرض کے چنگل میں گرفتار ہوجاتے ہیں۔

متواتر اینٹی بائیوٹیک اور دافع امراض قلب کی ادویات استعمال کرنے والے لوگ بھی اکثر بواسیر کی بیماری میں مبتلا پائے جاتے ہیں۔ گرمی کی نسبت سردی کے موسم میں بواسیر کا شدید حملہ ہوتا ہے، اس شدت کی ایک بڑی وجہ پانی کا کم استعمال اور مرغن وتوانائی سے بھرپور غذاؤں کا استعمال بھی بنتا ہے۔

### بواسیر سے بچاؤ کی گھریلو تدابیر

سب سے اہم بات ہے کہ آپ قبض نہ ہونے دیں کیونکہ بواسیر کی بنیاد قبض ہی بنتی ہے۔ قبض سے بچاؤ کے لیے ریشے دار غذائی اجزاء کا بکثرت استعمال بہترین قدرتی حفاظتی ہتھیار سمجھا جاتا ہے۔ گندم اور جو کا دلیہ ناشتے میں لازمی طور پر استعمال کیا کریں۔ اسی طرح ناشتے میں دہی کا استعمال بھی انتڑیوں کے مسائل سے محفوظ رکھتا ہے۔ موسم کی مناسبت سے پانی، پھل، پھلوں کے جوس اور کچی سبزیوں کا مناسب استعمال کرکے ہم بواسیر کے حملے سے کافی حد تک بچ سکتے ہیں۔

نہار منہ تیز قدموں کی سیر اور بدن کو گرمانے والی ورزش کو معمول کا حصہ بنا کر بواسیر سمیت لاتعداد بدنی مسائل سے بچا جا سکتا ہے۔ روزانہ کم از کم 5 سے 10 کلومیٹر پیدل چلنے کو اپنا معمول بنائیں۔ پانی ہمیشہ ابلا ہوا اور نیم گرم پیا کریں۔ چاول جب بھی پکائیں ان میں بند گوبھی لازمی شامل کریں۔

ہفتے میں کم از کم ایک بار بند گوبھی بطور سالن ضرور کھائیں اور دھیان رہے کہ روٹی کے ساتھ سالن ہمیشہ زیادہ استعمال کریں۔ روزمرہ کھانے کے ساتھ کھیرا، ٹماٹر، سلاد کے پتے اور بند گوبھی بطور سلاد ہر گز کھایا کریں۔ کچی سبزیوں اور پھلوں میں 80 فیصد تک پانی پایا جاتا ہے لہٰذا جتنا ممکن ہو کچی سبزیاں اور موسمی پھل اپنے مینیو کا لازمی حصہ بنائیں۔

### بواسیر سے نجات کا قدرتی علاج

بواسیر سے نجات پانے کے لیے یوں تو بے شمار قدرتی ذرائع موجود ہیں۔ ہم یہاں چند موثر ترین قدرتی طریقے درج کیے دیتے ہیں تاکہ قارئین فوری استفادہ کرسکیں۔

کھجور ایک مکمل غذا، دوا اور مفید ٹانک ہے۔ یہ ایسے افراد جن کے مزاج میں خشکی کا غلبہ ہو بے حد مفید ثابت ہوتی ہے۔ رات کے کھانے میں نرم اور ریشے والی کھجوریں کم از کم 7 سے 10 بطور سویٹ ڈش کھانا بواسیر، قبض اور اعصابی کمزوری کے خاتمے کے لیے بہترین قدرتی علاج ہیں۔ اسی طرح خالق کائنات نے انجیر میں بھی بدنِ انسانی کے لیے بے شمار فوائد رکھے ہیں۔ انجیر ایسے افراد جن کے مزاج میں رطوبات یعنی بلغم وغیرہ زیادہ پائی جاتی ہو کے لیے فوری اور موثر ترین دوا، مفید غذا اور طاقت ور قدرتی ہتھیار ہے۔ تین سے 7 عدد انجیر پانی میں بھگو کر نہار منہ کھانا دائمی قبض، بواسیر اور بلغمی مواد کی زیادتی سے جان چھڑانے میں فوری مددگار رہتا ہے۔

ایسے افراد جن کی انتڑیاں مسلسل اینٹی بائیوٹک یا دافع امراض قلب ادویات استعمال کرتے رہنے سے خشکی کا شکار ہوگئی ہوں انہیں چاہیے کہ صبح نہار منہ دہی میں نمک سیاہ اور زیرہ سیاہ حسب ضرورت ملاکر استعمال کریں۔ انتڑیوں میں تھایامین کی مطلوبہ مقدار کی افزائش قدرتی طور پر ہونے سے انتڑیوں کی کارکردگی بہتر ہوجائے گی۔ مربہ ہرڑ کے تین دانے دھوکر رات سوتے وقت کھائیں اور دودھ کے ایک نیم گرم کپ میں دو چمچ روغنِ بادام ملاکر پی لیں۔ گل قند ایک کھانے کا چمچ نیم گرم دودھ میں ملاکر استعمال کرنا انتڑیوں کو نرم اور فضلات کے اخراج کو آسان بناتا ہے۔ بند گوبھی پر نمک سیاہ ڈال کر سٹیم کریں اور پیٹ بھر کر کھالیں۔ دوسری سے تیسری متواتر ایسا کرنے سے بواسیر کی شدت میں کمی واقع ہوجائے گی۔

### بطور گھریلو علاج

ریٹھے کے چھلکے، مغز نیم اور سونٹ ہم وزن پیس کر 250 ملی گرام کیپسول بھر کر کھانے کے بعد ایک کیپسول کھانا شروع کردیں۔ اگر مسّے ہوں اور تکلیف کا باعث بھی بنتے ہوں تو 100ml روغنِ ارنڈ میں 10gm کافور ملاکر صبح وشام اجابت سے فراغت پر مقعد پر اچھی طرح لیپ کریں۔ دو چار دنوں میں ہی بواسیری مسّوں کی تکلیف سے افاقہ ہونے لگے گا۔

### غذائی پرہیز

سب سے پہلے اپنی خورونوش کی عادات، روزمرہ معمولات اور طرز زیست بدلیں۔ سہل پسند زندگی کو خیر باد کہہ کر متحرک اور بھاگ دوڑ والا انداز اختیار کریں۔ پیدل چلنے پھرنے کو ترجیح دیں، فروزن فوڈز، کولڈ ڈرنکس، بیکری پروڈکٹس، فاسٹ فوڈز اور بازاری کھانوں کے معمول کو ترک کردیں۔ تیز مرچ مصالحے، گوشت، چاول، بینگن، مرغن و بادی غذاؤں اور سگریٹ، شراب و چائے نوشی سے دور ہوجائیں۔ اسبغول کے چھلکے کے استعمال کو مکمل خیر باد کہہ دیں۔ بوقت ضرورت ملین) صرف پیٹ نرم کرنے والے مرکبات (ادویات ہی استعمال کریں۔

دودھ میں کیسٹر آئل، بادام روغن اور گل قند کا استعمال پیٹ نرم کرنے کے لیے بہترین اور مفید ذرائع ہیں۔ ان کے استعمال سے بھی بواسیر کی اذیت سے محفوظ رہا جاسکتا ہے۔ منفی سوچیں بھی میٹابولزم کی کارکردگی کو متاثر کیا کرتی ہیں۔ حسد، بخل، بغض، کینہ، نفرت، غصہ اور تکبر جیسے جذبات سے حتی المقدور بچنے کی کوشش کریں۔ جس قدر ہو، مثبت اندز فکر اپنائیں، محبت، رواداری، ایثار، قربانی، عاجزی اور درگزر و برداشت کے احساسات کو فروغ دیں۔ انشاء اللہ مکمل صحت مند زندگی سے لطف اندوز ہونے والے بن جائیں گے۔

## ہفتۂ رفتہ

راشد العزیری ندوی

### ۹/ ججوں نے لیا عہدے کا حلف

سپریم کورٹ نے نو ججوں کے ساتھ عہدے اور راز داری کا حلف لیا۔ چیف جسٹس (سی جے آئی) این وی رمنا نے انہیں حلف دلایا۔ خواتین جج جسٹس بی وی ناگ رتنا بھی حلف اٹھانے والوں میں شامل ہیں۔ ویسے حلف اٹھانے والے ان 9 ججوں میں جسٹس بی وی ناگ رتنا سمیت تین خواتین جج بھی شامل ہیں۔ اس کے ساتھ ہی سپریم کورٹ میں ججوں کی تعداد 24 سے بڑھ کر 33 ہوگئی ہے۔ تمام 9 نئے جج مختلف ریاستوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ ملک کی سب سے بڑی عدالت سپریم کورٹ میں ایک طرح سے ایک نئی تاریخ رقم ہوئی جب نو ججوں نے پہلی بار ایک ساتھ حلف لیا۔ اس سے پہلے ججوں کی اتنی بڑی تعداد ایک ساتھ مقرر نہیں کی گئی تھی۔ پہلی بار ججوں نے کمرہ عدالت میں نہیں بلکہ آڈیٹوریم میں حلف لیا۔ یہ فیصلہ کووڈ پروٹوکول کی وجہ سے لیا گیا ہے۔ یہی نہیں پہلی بار سپریم کورٹ کے ججوں کی حلف برداری کو براہ راست ٹیلی کاسٹ بھی کیا گیا۔ پہلی بار سپریم کورٹ میں تین خواتین ججوں نے بیک وقت حلف اٹھایا۔ پہلی بار چار خواتین جج سپریم کورٹ میں خدمات سرانجام دیں گی۔

### پولیس افسران اور حکمراں جماعتوں کا گٹھ جوڑ تشویشناک: سپریم کورٹ

سپریم کورٹ نے حکمراں جماعتوں کے ساتھ پولیس افسران کے گٹھ جوڑ پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔ چیف جسٹس (سی جے آئی) این وی رمنا نے کہا کہ یہ ملک میں پریشان کن ہے۔ پولیس افسران اقتدار میں موجود سیاسی جماعت کی حمایت کرتے ہیں اور اپنے مخالفین کے خلاف کارروائی کرتے ہیں۔ بعد میں جب مخالفین اقتدار میں آتے ہیں تو وہ پولیس افسران کے خلاف کارروائی کرتے ہیں۔ محکمہ پولیس کو اس صورتحال کا ذمہ دار ٹھہرایا جانا چاہیے، انہیں قانون کی حکمرانی پر قائم رہنا چاہیے۔ اسے روکنے کی ضرورت ہے۔ سپریم کورٹ نے یہ بات چھتیس گڑھ کے معطل ایڈیشنل ڈائریکٹر جنرل پولیس گرجندر پال سنگھ (جی پی سنگھ) کی درخواست پر سماعت کے دوران کہی۔ فی الحال گجرندر پال کو راحت دیتے ہوئے سپریم کورٹ نے حکم دیا ہے کہ پولیس اسے چار ہفتوں تک غداری اور غیر متناسب اثاثوں کے معاملے میں گرفتار نہیں کرے گی۔ اس سلسلے میں ریاستی حکومت کو نوٹس بھی جاری کیا گیا ہے اور افسر سے کہا گیا ہے کہ وہ تحقیقات میں تعاون کرے۔

### گائے کا تحفظ ہندوؤں کا بنیادی حق ہو: الہ آباد ہائی کورٹ

الہ آباد ہائی کورٹ نے گئو کشی کے ایک معاملے میں داخل ضمانت کی عرضی پر سماعت کے دوران سخت تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ مرکزی حکومت کو یہ تجویز دی کہ گائے کو قومی جانور قرار دیا جائے اور اس کے تحفظ کو ہندوؤں کا بنیادی حق قرار دیا جائے۔ ایک معاملے کی سماعت کرتے ہوئے جسٹس شیکھر یادو نے اپنے سخت تبصرے میں مزید کہا کہ 'ہم جانتے ہیں کہ جب کسی ملک کے تہذیب وثقافت اور اس کے عقیدے کو نقصان پہنچایا جاتا ہے تو ملک کمزور ہوجاتا ہے'۔

### خبروں کو فرقہ وارانہ رنگ دینا تشویشناک: سپریم کورٹ

مارچ 2020 میں تبلیغی جماعت کے ساتھ COVID-19 کے پھیلاؤ کو جوڑ کر میڈیا اداروں نے جس انداز میں تبلیغی جماعت کے مرکز کو بدنام کرنے کی کوشش کی، اس کے خلاف جمعیت علماء ہند اور پیس پارٹی کی طرف سے دائر درخواست پر جمعرات کو سپریم کورٹ میں سماعت ہوئی۔ سپریم کورٹ نے یوٹیوب، فیس بک اور ٹوئٹر جیسے ویب پورٹلز اور سوشل میڈیا پلیٹ فارمز کے ذریعے جعلی خبریں پھیلائے جانے پر تشویش کا اظہار کیا۔

عدالت نے نوٹ کیا کہ اس طرح کے ڈیجیٹل اور سوشل میڈیا پلیٹ فارم صرف طاقتور لوگوں کو سنتے ہیں اور عدالتی اداروں کے سامنے ان کی کوئی جوابدہی نہیں ہے۔ چیف جسٹس نے مزید کہا کہ متعدد بار ایسے پلیٹ فارمز پر پھیلائی جانے والی خبروں کو فرقہ وارانہ رنگ دیا جاتا ہے جس سے ملک کا نام بدنام ہوتا ہے۔ چیف جسٹس نے کہا کہ اگر آپ یوٹیوب پر جاتے ہیں تو آپ دیکھ سکتے ہیں کہ وہاں کتنی جعلی خبریں ہیں۔ ویب پورٹل کسی بھی چیز سے کنٹرول نہیں ہوتے۔ خبروں کو فرقہ وارانہ رنگ دینے کی کوشش ہوتی ہے اور یہی مسئلہ ہے۔

Volume:61/71,Issue:35 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

غرور تند ہواؤں کا یوں بھی توڑا ہے
چراغ ہاتھ پہ رکھ کر گذر گئے ہیں لوگ
(شاعر لکھنوی)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF, PATNA-801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

# افغان طالبان اور ہمارا میڈیا

**عامر سلیم خان**

ہمیں اپنے ملک سے زیادہ دوسروں کی پھٹی میں ٹانگ اڑانے کی عادت سی ہوگئی ہے۔ اگر دنیا کے کسی ملک خصوصاً مسلم ملک میں کوئی ناگہانی ردوبدل ہوجائے تو ہمارے ذرائع ابلاغ کیلئے اچھا مصالحہ مل جاتا ہے۔ ہمارے اپنے ملک میں ان گنت مسائل ہیں، گیس سلنڈر ساڑھے آٹھ اور نو سو رپئے کا ہوچکا ہے، خوردنی اشیاء آسمان چھونے لگی ہیں، پیٹرل اور ڈیزل کی قیمتوں کو پنکھ لگ گئے ہیں، لیکن یہ سبھی چیزیں میڈیا کیلئے کوئی ایشو نہیں، اگر کوئی مسئلہ ہے تو وہ ہے افغان طالبان، جو حالیہ دنوں صدر اشرف غنی حکومت کو شکست دے کر افغانستان پر قابض ہوگیا ہے۔ چینلوں پر چیخ وپکار مچی ہوئی ہے، ٹی آر پی کیلئے بیشتر چینلوں نے ایک دوسرے پر سبقت کی ہوڑ میں طوفان مچا رکھا ہے۔ حالیہ دنوں راتوں رات گیس سلنڈر کی قیمت 25 روپئے بڑھ گئی مگر وہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ گذشتہ دنوں مدھیہ پردیش میں ہجومی قتل کا شکار ہوتے ہوتے ایک مسلم نوجوان بچ گیا لیکن ہماری میڈیا کو اس کی خبر تک نہ ہوئی البتہ کابل کی گلی کوچوں اور چوراہوں پر کیا ہورہا ہے اسے یہیں سے بالکل واضح نظر آرہا ہے، بلکہ کچھ چینل تو پرانی ویڈیو تلاش کرکے اور پانی پی پی کر طالبان کو کوس رہے ہیں۔

ظلم بالآخر ظلم ہے خواہ وہ افغانستان میں ہو یا بھارت میں، لیکن ہمارے میڈیا کیلئے دنیا میں کہیں بھی ظلم ہو خصوصاً مسلم ملک میں ہو تب وہ ظلم ہوتا ہے، ملک میں اقلیتوں پر ظلم ہو تو ہمارے معصوم میڈیا کی آنکھوں میں گرد وغبار پڑجاتا ہے۔ مدھیہ پردیش میں کل جو ظلم ہوا وہ ظلم نہیں تھا بلکہ یہ تو عام سی بات ہے لیکن کابل میں اگر ستم ہوا ہے تو اس پر حقیقی ظلم کی تعریف کا اطلاق ہوجاتا ہے۔ گذشتہ برسوں میں سینکڑوں لوگوں کو غنڈوں نے پیٹ پیٹ کر مار ڈالا، لیکن وہ ہمارے میڈیا کی نظر میں مشکل سے آیا، البتہ افغانستان میں ہورہے ظلم پر آہ وفغاں اور ماتم ہورہا ہے۔ ہم بھول گئے ہیں کہ ہماری سرکار کا تین بلین ڈالر افغانستان میں بنیادی ڈھانچہ کی سرمایہ کاری میں لگا ہوا ہے۔ اتنی بڑی رقم کس طرح بچے گی اس پر میڈیا میں کوئی بات نہیں ہورہی ہے، بلکہ ہمارا خزانہ افغانستان کی پہاڑیوں میں ڈوب جائے اس پر سارا زور ہے۔ ہمیں یہ بات کہنے میں کوئی قباحت نہیں کہ 20 سال قبل جن طالبان کو ہم نے دیکھا تھا وہ واقعی قابل اعتراض تھے، لیکن موجودہ طالبان اچھا ہوگا یا برا ابھی اس پر 'ویٹ اینڈ واچ' کی ضرورت ہے، لیکن ہمارے میڈیا کو ہرحال میں طالبان کا یکطرفہ موقف دنیا کے سامنے رکھنا ہے اور بس۔

ہمارا غصہ دسمبر 1999 کے ان سرد دنوں پر جائز ہے جب انڈین ایئرلائنز کی پرواز کو ہائی جیک کرکے قندھار لیجایا گیا، جہاں 20 سال قبل طالبان کا اقتدار تھا اور جس نے بھارتی فضائیہ کو اپنے یہاں اترنے کی اجازت دی تھی۔ ہماری اس وقت کی سرکار سے اس نے ہمارے 150 سے زائد مسافروں کے عوض تین کشمیری دہشت گردوں کی سودے بازی کی تھی اور بالآخر اس وقت کی آنجہانی اٹل بہاری واجپئی کی قیادت والی بی جے پی سرکار کو اپنے مسافروں کے بدلے مجبوراً سرخم تسلیم کرتے ہوئے مسعود اظہر سمیت دو دیگر مقبوضہ کشمیریوں کو رہا کرنا پڑا تھا۔ موجودہ حکومت کے دوران پلوامہ دہشت گردانہ حملے میں بھی جیش محمد کے مسعود اظہر کا نام آیا ہے۔ اس طرح طالبان پر ہمارا غصہ جائز ہے کیونکہ ہمیں بہت بڑی قیمت چکانی پڑی تھی اور طالبان نے ہی اس عالمی جرم کی سودے بازی کی تھی۔ لیکن ان تمام کے باوجود آج ہمیں دیکھنا ہے کہ مرور ایام کے ساتھ بہت ساری چیزیں بدل چکی ہیں، وہاں ہماری سرمایہ کاری کا کیا ہوگا، ہماری حکومت نے ابھی تک طالبان کے تعلق سے کوئی فیصلہ نہیں لیا ہے، اس لئے بھی اس نازک وقت میں احتیاط کی ضرورت ہے۔

خیال رہیکہ بھارتی فضائیہ کے ذریعہ ہمارے متعدد شہری بحفاظت ملک پہنچ چکے ہیں، مزید کیلئے سرکار کی طرف سے کوششیں جاری ہیں، اس لئے بہت پھونک کر قدم رکھنے کی ضرورت ہے۔

ہاں تو بات مہنگائی کی چل رہی تھی اور جملہ معترضہ کے تحت ہم سطروں میں کھو گئے۔ کہانی یہاں سے شرع ہوئی تھی کہ ملک میں مہنگائی نے سارے ریکارڈ توڑ دیئے ہیں، قیمتیں پہلے بھی بڑھتی تھیں لیکن وہ پانچ یا زیادہ سے زیادہ دس روپئے کے بین بین ہوا کرتی تھیں، مگر گذشتہ سات برسوں میں ہم نے دیکھا کہ قیمتیں 100، 50 اور 25 روپئے کے تناسب سے بڑھ رہی ہیں۔ ان سات برسوں میں ہم نے حد سے زیادہ قیمتیں چکائی ہیں، اے ٹی ایم سے ایک متعینہ تحدید سے زیادہ رقم نکالنے پر ہمیں 150 روپئے تک 'جرمانہ' ادا کرنا پڑ رہا ہے جو کبھی نہیں ہوا، پٹرول اور ڈیزل کی قیمت میں ہم نے سنچری ماردی ہے، کھانے پینے کی اشیاء میں خوردنی تیلوں کی قیمتیں جو سال 2014 میں 100 کے آس پاس تھیں وہ 250 تک پہنچ گئی ہیں، دالوں کے دام بھی ڈیڑھ دو گنے بڑھ چکے ہیں، مہنگائی کو چھوڑ دیں تو جمہوری تانے بانے پر حملے ہورہے ہیں، 'ہندو مسلمان' ہمارے میڈیائی کھیل کا بہترین مشغلہ بن چکا ہے، ہجومی قتل میں ہم نے سینکڑوں لوگوں کو ضائع کردیا ہے، لیکن حیرت انگیز طور پر میڈیا کیلئے یہ کوئی خبر نہیں ہے۔

میڈیا کو معلوم ہے کہ وہ سیاسی مفاد پر بچھائی بساط پر اپنے مہروں کی چالیں چل رہا ہے۔ اسے صحافت کے ایماندارانہ پیشے کی ذرا برابر بھی پرواہ نہیں رہ گئی۔ اس کو تو ڈرامہ کی کہانی لکھ کر دیدی گئی ہے جس پر وہ اسٹیج شو کررہا ہے خواہ اس میں عوام پسے یا ملک کا نقصان ہو، اس کیلئے یہ ساری چیزیں کوئی معنی نہیں رکھتیں۔ اگر آزادی کے مجاہدین آج کے ہمارے میڈیا اداروں کی کرتوت دیکھ لیں تو وہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ کیا اسی دن کیلئے ہم نے ملک آزاد کرکے ان بے لگام نسلوں کو دیا تھا جو مفاد کاری اور عیاری کے کھیل میں عوام کو دو چکیوں میں پیس ڈالیں۔ واقعی ہم بے حس ہوچکے ہیں، ہماری آنکھوں کا پانی مرچکا ہے، عوام بے شمار تکلیفوں میں گھری ہوئی کراہ رہی ہے لیکن اس کیلئے کوئی کچھ نہیں بول رہا ہے، جو ذرائع (میڈیا) اس کی آواز اٹھا سکتے ہیں وہ اپنی کبڈی کھیلنے میں مصروف ہیں، کورونا کی وباء نے نہ صرف ہمارے اپنوں کو چھین لیا بلکہ اس نے اور بہت سارے دکھ دیئے ہیں، ہماری جیبیں لاک ڈاؤن سے خالی ہیں لیکن مہنگائی سرپٹ بھاگ رہی ہے، جمہوریت کے جس چوتھے ستون کی ذمہ داری مسائل پر بولنے کی تھی وہ کسی اور کھیل میں مصروف ہوگیا ہے۔

ہمارے ملک کی تاریخ میں شاید پہلی بار ایسا ہوگا کہ ملک کے باشعور لوگوں کی ایک بڑی تعداد میڈیا کو گالیاں دینے پر مجبور ہے۔ شاید یہ بھی ملک میں پہلی بار ہورہا ہے کہ مہنگائی شاہراہوں پر سرپٹ دوڑتی گاڑیوں سے بھی تیز بھاگ رہی ہے، یہ بھی پہلی بار ہورہا ہے کہ کورونا وباء کی وجہ سے ملک کی معیشت پٹری سے اتری ہوئی ہے، یہ بھی پہلی بار ہی ہوگا کہ لوگوں کی جیبیں خالی ہیں اور یہ بھی پہلی بار ہورہا ہے کہ حالیہ دنوں ہم سب سے زیادہ 'ہندو مسلم' کرنے لگے ہیں، شاید یہ بھی پہلی بار ہوگا کہ ہم اپنی صدیوں پرانی مشترکہ تہذیب کی جڑیں کھود رہے ہیں، یہ بھی پہلی بار ہورہا ہے کہ غربت میں شرحوں کے اعتبار سے ہم دنیا کے پسماندہ ممالک سے بھی نیچے چلے گئے ہیں، لیکن ان ساری باتوں سے کچھ سیکھنے کے بجائے ہم نے ٹھان لیا ہے کہ کچھ بھی ہو ہم اپنی سماجی، سیاسی اور معاشی تنزلی میں سدھار نہیں لائینگے۔ کاش ہم سمجھ پاتے کہ ہمارا ملک دنیا میں 'سونے کی چڑیا' کی صفت سے متصف ہوا کرتا تھا، کاش ہم عقل کے ناخن لیتے کہ صدیوں سے اس سرزمین پر تمام مذاہب مشترکہ سماج کی حیثیت سے رہتے آئے ہیں، ایسے میں ہمارے دانشوروں اور رہنماؤں کو ازسرنو تمام مسائل پر غور وفکر کرنا پڑے گا ورنہ وقت ہمیں کبھی معاف نہیں کرے گا۔ (بشکریہ، روزنامہ ہمارا سماج)

## نقیب کے خریداروں سے گذارش

اگر اس O دائرہ میں سرخ نشان ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے۔ براہ کرم فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائیل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ڈائرکٹ بھی سالانہ یا ششماہی زرتعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں۔

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168
Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
Mobile:9576507798 رابطہ اور واٹس اپ نمبر

نقیب کے شائقین کے لئے خوشخبری ہے کہ اب نقیب مندرجہ ذیل سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر آن لائن بھی دستیاب ہے۔
Facebook Page: http//@imaratshariah
Telegram Channel: https://t.me/imaratshariah

اس کے علاوہ امارت شرعیہ کے آفیشل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کرکے نقیب سے استفادہ کرسکتے ہیں۔ مزید مفید دینی معلومات اور امارت شرعیہ سے متعلق تازہ خبریں جاننے کے لئے امارت شرعیہ کے ٹویٹر اکاؤنٹ imaratshariah@ کو فالو کریں۔

(مینیجر نقیب)